www.novelsclubb.com
رعد
از قلم عشاء افضل
Follow us!
Insta:@novelsclubb
FB: Novelsclubb
YouTube:@readwithlaiba

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

رعد

از قلم

عشاء افضل

www.novelsclubb.com

رعد

از قلم عشاء افضل

قسط نمبر 9

آسمان پہ پھیلی سنہری روشنی ہر سو اجالا کیے ہوئے تھی۔ نیلاہٹ بھرے آسمان پہ بادل کے چند ٹکڑے آوارگی سے گھومتے دکھائی دے رہے تھے۔ چاند ابھی تک اپنا مدھم سا عکس دکھا رہا تھا۔ گویا سورج سے ضد لگا کر بیٹھا ہو کہ تم آ گئے ہو تو کیا ابھی بھی حکومت میری ہی ہے۔ طیور کی آوازوں نے ماحول میں ساز چھیڑ رکھا تھا۔ وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتے خوبصورت آوازوں میں ماحول کو سرور بخش رہے تھے۔ فروری کے اوائل کی سرد ہوائیں ٹھٹھرنے پہ مجبور کر دینے والی تھیں۔ انہی ہواؤں سے یکسر بے خبر وہ جاگنگ سے واپس لوٹا تھا۔ اس نے لاؤنج میں قدم رکھتے ہی جوس لانے کو کہا۔ خود وہ وہیں کھڑا رہا۔ پسینے کی بوندیں اس کی روشن پیشانی پہ جگمگا

رہی تھیں۔ ٹریک سوٹ میں ملبوس وہ کچھ بھیگا بھیگا سا تھا۔ سانس متوازن تھا اور چہرہ گلابی۔ وہ قدرت کا شاہکار تھا۔ جسے دیکھ کر لوگوں کے اندر سکون چھا جاتا۔ اس کا چہرہ ہمیشہ ہی پر سکون رہتا تھا گویا اسے دنیا کی کوئی پرواہ نہ ہو۔

دو سے تین منٹ میں ملازم نے اسے جوس پکڑایا تو اس نے ایک ہی گھونٹ بھرتے پورا گلاس تمام کیا۔ پھر وہ اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔ فریش ہو کر اس نے سرمئی پولو شرٹ کے ساتھ گہرے سبز رنگ کی سپورٹس جیکٹ پہنی۔ سیاہ ٹراوزر کے نیچے پاوں میں سپورٹس شوز پہن کر وہ کمرے سے نکلا ہی تھا کہ ہمایوں کمال کی آواز نے اسے روک دیا۔

www.novelsclubb.com

"تمہیں اندازہ بھی ہے کہ تم جب سے پاکستان آئے ہو۔ سیکیورٹی کے بغیر ہی باہر نکل جاتے ہو۔ یہ پاکستان ہے برہان اور تم سیاسی خاندان سے تعلق رکھتے ہو۔ سنبھل کر رہو۔"

وہ اسے نصیحت کر رہے تھے ایسا دیکھنے والا سوچ سکتا تھا مگر وہ اسے کچھ باور کروا رہے تھے یہ برہان کمال سوچ رہا تھا۔

"مگر میں خود سیاست میں نہیں ہوں۔اور ویسے بھی مجھے کوئی نہیں جانتا۔" وہ ان کی نصیحت کو ہوا میں اڑاتا آگے بڑھنے لگا جب ہمایوں کمال کی بات پہ پھر رک گیا۔

"بھول ہے تمہاری۔دوست نہ بھی جانیں تو دشمن ضرور جان جاتے ہیں۔" جانے کیا جتانا چاہتے تھے مگر برہان کو کوئی دلچسپی نہیں تھی ان کی سو کالڈ سیاست میں۔

"واٹ ایور" اس نے ہاتھ جھلا کر کہا۔اور وہاں سے راہ فرار اختیار کرنے میں ہی عافیت جانی مگر ان کے مطالبے نے اسے قدم نہیں اٹھانے دیے۔

"اب تم واپس آچکے ہو تو سیاست میں قدم رکھنے کے لیے تیار ہو جاو۔" وہ اسے حکم سنا رہے تھے۔اور اسے حکم سننے سے کوفت ہوتی تھی۔

"اور آپ کو ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ میں سیاست میں آوں گا؟" ان کے قریب بڑھتے ان کی آنکھوں میں دیکھ کر چبا چبا کر پوچھا۔کن پٹی کی رگ پھڑک رہی

تھی۔اور تاثرات عجیب سے تھے۔

"کیونکہ سیاست تمہارے خون میں ہے۔اور خون کو جسم سے نکالا نہیں جاتا۔"

انہوں نے اسے اس کی وراثت سے آشنا کروایا۔

"مجھے اس سب میں کوئی دلچسپی۔۔۔"

"بند کرو اپنی بکواس۔"وہ چیخے تھے۔"تمہیں سیاست میں لانے اور بابا کی نظر میں سرخرو کرنے کے لیے جو جتن مجھے کرنے پڑ رہے ہیں تمہیں اس کا اندازہ بھی نہیں ہے۔"وہ ہتھے سے اکھڑ گئے تھے۔وہ اسے اپنی ساری ریاضتیں ضائع کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔

"میں نے آپ سے نہیں کہا کہ آپ خود کو میرے لیے تھکائیں۔"سدا کی لاپرواہی تھی اس کے لہجے میں۔گویا آپ کیوں میرے معاملات زندگی میں دخل دے رہے ہیں۔

"تمہیں مسئلہ کیا ہے آخر سیاست میں آنے سے؟"انہوں نے اچنبھے سے سوال

www.novelsclubb.com

داغا۔ایک ایسا انسان جس کو بنی بنائی حکومت مل رہی ہو اور وہ اسے دھتکار رہا ہو ایسے انسان کی دماغی حالت کے خراب ہونے میں کوئی شبہ ہو بھی نہیں سکتا تھا۔یہ ہمایوں کمال کا نظریہ تھا۔

"کس نے کہا مجھے سیاست سے مسئلہ ہے؟"اس نے ابرو اچکا کر پوچھا۔

"ابھی تھوڑی دیر قبل۔۔۔"

"واٹ ایور۔مجھے سیاست سے نہیں سیاسی لوگوں سے مسئلہ ہے۔دکھتے کچھ ہیں، ہوتے کچھ اور ہیں۔یہ سیاست کرنے والے لوگ بہت دوغلے ہوتے ہیں۔"اپنے باپ کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے سیاست دانوں کی شان میں قصیدے پڑھے۔ مگر ان پہ کوئی خاطر خواہ اثر نہ ہوا۔ایسے بہت سے جملے وہ روزانہ سنتے تھے۔کوئی نئ بات نہیں تھی۔

"ایک دن تم بھی ایسے بن جاوگے۔"وہ دھیمے اور تھکن آمیز لہجے میں بولے تو برہان سٹپٹایا۔

www.novelsclubb.com

"یہ بد دعا ہے بابا" نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ ٹوٹے مان سے بولا۔ وہ اس جملے کے وار کے لیے بالکل بھی تیار نہ تھا۔

"یہ تمہاری کامیابی کی دعا ہے بیٹا۔ تم۔۔۔ برہان کمال اس ملک کی عظیم شخصیت بنو گے۔ اور جانتے ہو عظیم لوگ بے حس ہوتے ہیں۔" وہ اسے سیاست سمجھانا چاہ رہے تھے جو اسے نہیں سمجھنی تھی۔ وہ بے حس نہیں بن سکتا تھا۔

"بے حس لوگ عظیم نہیں ہو سکتے۔" اس نے انہیں حقیقت سے آشنائی دلانے کی نادرسی کوشش کی۔

"لیکن یہاں اندھے رہتے ہیں بیٹا۔ یہاں جو جتنا بے حس ہو گا اور جس قدر شاطر طریقے سے سیاست کرے گا وہ اتنا عام عوام کے دل و دماغ پہ حکمرانی کرے گا۔"

سیاست کے گر سکھانے والا خود کتنا بے حس ہو گا برہان یہ سوچ کر رہ گیا۔

"مجھے کوئی شوق نہیں حکمرانی کرنے کا۔" اس نے خود کو آزاد رکھنے کی غرض سے کہا۔

"تم حکمرانی کے لیے پیدا ہوئے ہو برہان۔" انہوں نے پورے وثوق سے کہا تھا اور برہان پل بھر میں منجمند ہو گیا تھا۔ اسے پہلی بار کسی نے یہ کہا تھا۔ وہ تو اپنی جگہ پہ شل ہو کر رہ گیا تھا۔

"برہان کمال ایک برینڈ ہے اینڈ ڈونٹ ٹیل می کہ تم اس بات سے واقف نہیں ہو۔" اس کے کندھے پہ تھپکی دے کر وہ چلے گئے۔ ان کا وار کاری ثابت ہو گا یہ وہ جانتے تھے۔ پیچھے برہان خالی خالی نظروں سے ان کی پشت کو دیکھتا رہ گیا۔

☆☆☆

ہوٹل کے پرستائش کمرے میں صوفے پہ براجمان اپنی گود میں لیپ ٹاپ دھرے وہ نہایت دلچسپی سے اس کی سکرین پہ چلتا منظر دیکھ رہا تھا جب دروازے پہ ہوتی دستک اور اگلے ہی پل کسی کی اچانک آمد پہ اس نے فوراً سکرین نیچے کی۔ اور بن بلائے مہمان کو دیکھا۔

"یوہو۔۔۔کیا کمال کمرہ ہے یہ۔" اچانک اندر وارد ہوتے ہوئے زید نے کمرے کی ستائش اور خوبصورتی پہ تبصرہ پیش کیا تو حدید نے غصے سے دانت پیسے۔ یہ لڑکا ہر جگہ کیسے آدھمکتا تھا؟

"تمیز نام کی کوئی شے ہے تم میں ؟" لیپ ٹاپ کو صوفہ پہ رکھتے ہوئے وہ اس کے قریب بڑھتے ہوئے بولا جو کمرے کے وسط میں کھڑا گھوم کر سارا جائزہ لے رہا تھا۔ گویا وہ بھی اسی طرز پہ کمرہ بنانے کا خواہاں تھا۔

"اب یہ اپنی مینرز اور تمیز کی دوکان نہیں کھولنا پلیز۔" اس نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ گویا اسے اس وقت کسی قسم کا لیکچر نہیں چاہیے۔ ایک تو معلوم نہیں زید نائک کو لیکچر دینے کے لیے یہ بندہ ہمہ وقت تیار کیوں رہتا تھا؟

"تمہیں کمرے کا نمبر کس نے بتایا؟" اس نے دلچسپی اور تجسس کے ملے جلے احساس کے زیر اثر پوچھا۔ کیونکہ اس نے ہوٹل مینجمنٹ کو اپنے کمرے کا نمبر کسی کو بھی بتانے سے منع کیا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میرے لیے یہ پتا کرنا مشکل ہے۔" فخر یہ کالر جھٹکتے ہوئے باور کروایا۔ گویا وہ کونسا کام ہے جو زید نائک نہ کر پائے۔

"اور جو پتا کرنے کے لیے کہا تھا وہ ابھی تک نہیں کیا۔ آئے بڑے اپنی شان میں قصیدے پڑھنے والے۔" اس کے کام کو عملی جامہ تو ابھی تک نہیں پہنایا گیا تھا وہ کیسے مان لے کہ زید نائک کوئی عظیم چیز ہے۔ ہونہہ۔۔۔ جیسے زید نائک کو اس کی تصدیق کی ضرورت تھی۔

"ایک تو تمہارے کام ختم نہیں ہوتے۔ مجھ پہ کام کا زیادہ بوجھ ڈالا تو تمہیں اپنے باس کے عہدے سے برطرف کر دوں گا۔" ڈرامائی انداز میں کہتے ہوئے اس نے دھمکی دے ڈالی۔ حالانکہ جانتا تھا کہ اس کی دھمکی کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلنا تھا۔ ایک تو نا جانے زید نائک کو کوئی سیریس کیوں نہیں لیتا تھا؟ خیر سیریس تو اس نے خود کبھی اپنے آپ کو بھی نہیں لیا تھا۔

وہ اس کے ڈریسنگ کی طرف بڑھتے اس کے آئینے میں خود کو دیکھنے لگا۔ گویا چمکتے شیشے میں تو وہ نہایت ہینڈسم دکھ رہا ہو گا۔ خود کو دیکھتے اس نے نظر بد کی دعا پڑھی تھی۔ آہ! اگر اسے نظر لگ گئی تو؟؟ توبہ توبہ اس نے فورا استغفار بھی کر ڈالا۔

"تم باس سمجھتے ہو مجھے؟" حدید نے مشکوک انداز میں پوچھا۔ ایسا امپلائے ہو تو باس ایک دن بھی اسے برداشت نہ کرے۔ لیکن حدید کی تو مجبوری تھی کیونکہ وہ اس کا دوست جو ٹھہرا تھا۔ اور بھلا دوست کو بھی زندگی سے نکالا جاتا ہے۔

"تم باس والی مخلوق ہو؟" اس نے آئینے میں اس کے عکس کو دیکھ کر سراسر مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ آیا بڑا زید نائک پہ حکم چلائے کوئی؟؟؟ ہونہہ

"تمہارا اصل باس ہی تمہیں سیٹ رکھتا ہے۔"

حدید نے ناراضی سے جواب دیا۔ بہت گستاخ تھا یہ لڑکا!

"نام نالینا اس کا۔ سخت ناپسند ہے مجھے اپنا باس" اس نے باس کے ذکر پہ ناک چڑھایا۔ ہونہہ۔۔۔ تنخواہ کے نام پہ دھیلا نہیں دیتا اور کام ہر ایک کروانا ہوتا ہے۔

ایسے باس کس امپلائے کو پسند ہوتے ہیں؟

کم از کم زید نائک تو ایسے باس سے بالکل راضی نہ تھا۔ خیر وہ کسی سے راضی ہوتا ہو یہ بھی ایک معمہ تھا۔

"یہ اس بات کی نشانی ہے کہ وہ ایک اچھا باس ہے۔" حدید نے باس کے اچھا ہونے کی یقین دہانی کروائی تو اس کے ماتھے پہ لکیروں کا جال بنا۔

"اور وہ کیسے؟" اس نے اچنبھے سے دریافت کیا۔

"جب باس کو ناپسند کیا جانے لگے تو اس کا صاف مطلب ہوتا ہے کہ آپ اپنے کام سے نالاں ہوتے ہیں اور باس آپ کو راستے پہ لاتا ہے۔" اس نے اپنی سوچ کے مطابق مناسب جواز پیش کیا۔

"خود باس ہونا اسی لیے حمایت کر رہے ہو۔ ورنہ یقین جانو مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتے یہ باس ٹائپ پرسن "اس نے نادیبی نظروں سے حدید کو گھورتے ہوئے کہا۔

ہر انسان اپنے جیسے لوگوں کی تعریف ہی کرتا ہے۔

"اپنا باس نامہ بند کرو اور یہاں سے نکلو۔ فارغ نہیں ہوں میں۔"اس کی بے تکی باتوں سے بیزار ہوتے اس نے سیدھا نکل جانے کو ہی کہہ دیا۔

کوئی اور سامنے ہوتا تو دو بول کہہ کر نکل جاتا مگر سامنے تو زید نائک تھا۔ جسے زچ ہونا نہیں، زچ کرنا آتا تھا۔

"ہاں تو جیسے میں تو تمہاری محبوبہ ہوں جو تمہارے پیچھے خوار ہو جاؤں گی۔ کام سے ہی آیا ہوں۔ اب اگر تم نہیں سننا چاہتے تو تمہاری مرضی۔"وہ کندھے اچکا کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کہ آ اور منا و اپنی محبوبہ۔۔۔ اوپس سوری دوست کو۔

"ڈرامے نہ کیا کرو۔" حدید نے وقت کے تقاضے کے پیش نظر اسے بازو سے پکڑ کر روکتے ہوئے کہا۔

وہ کیا کہتے ہیں وقت پڑنے پہ گدھے کو بھی باپ بنانا پڑ جاتا ہے۔اور حدید تو اس کام میں ماہر تھا۔اسے لوگوں سے کام نکلوانے آتے تھے۔اب وہ بیوقوف بنا کر لے یا اپنے شاطر دماغ سے کوئی چال چل کر۔یہ سامنے والے کی صلاحیت پہ منحصر تھا۔

"ڈرامے کیے بغیر میرا دھندا نہ چلے تم کہتے ہو ڈرامے نہ کروں۔میرے ڈراموں سے سب سے زیادہ تم نے فائدہ اٹھایا ہے۔" اس کے روکنے پہ رک کر وہ اسے باور کروانا نہ بھولا تھا۔ناراض محبوبہ۔۔۔۔ہونہہ

"بات بتادو۔مجھے سچ میں کام کرنا ہے۔میری غیر موجودگی میں پہلے ہی افان آفس میں عجیب و غریب قسم کی باتیں مشہور کر رہا ہے۔مجھے جلد از جلد واپس بھی جانا ہے۔" وہ پریشانی سے بولا تو زید نے اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ ملتوی کیا۔

www.novelsclubb.com

افان مراد کی حرکتوں سے وہ بے خبر کب تھا۔ایک تو اس نے ہزار مرتبہ کہا تھا کہ ایک بار اس ممی ڈیڈی بچے کو اس کے حوالے کرے مگر حدید تھا کہ مانتا ہی نہیں تھا۔

"واپسی کا پروگرام کب تک ہے؟"اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔وہ الگ بات تھی کہ سنجیدگی میں بھی اس کے چہرے پہ شرارت جھلک رہی تھی۔شاید وہ تھا ہی ایسا شوخ، چلبلا اور ہر غم زندگی فراموش کیے اپنی حیات کو جینے والا۔شاید ہر خوش مزاج انسان ایسا ہی ہوتا ہوگا۔مگر زید نائک تو صرف ایک ہی ہوتا ہے۔

"جب زخرف کہے گی۔اور مام کی طبیعت کا بہترین ہونا بھی اہم ہے۔"اس نے بغیر عار محسوس کیے اصل مدعا پیش کیا جس پہ زید کا حلق تک کڑوا ہوا۔

"ایک نمبر کے زن مرید بنو گے تم۔لکھوالو مجھ سے۔"زخرف کی بات ماننے والی بات پہ اسے سچ میں تپ چڑھی۔آج تک اس کی بات تو مانی نہیں تھی لیکن اس لڑکی کی ہر بات مان لیتا تھا۔

پتا نہیں کیوں لیکن زید کو اب زخرف سے سوتن والا حسد ہونے لگا تھا۔ آتے ہی اس کے دوست کو زن مرید بنا ڈالا تھا۔ ہونہہ۔۔۔ جادو گرنی

"مجھے وہ اہم بات بتاؤ جو بتانی تھی۔" اس نے زید کے جملے پہ ردعمل ظاہر کرنے کی بجائے اس سے اہم بات پوچھی تو وہ اسے سب بتاتا چلا گیا۔

ایک تو دوستی بھی بڑی عجیب شے ہے۔ انسان چاہ کر بھی دوست کو پریشان نہیں ہونے دے سکتا۔ بلکہ جس حد تک ممکن ہو اس کی پریشانی دور کرنے کی کوشش میں مگن رہتا ہے۔

☆☆☆

وہ کچھ کاغذات سامنے پھیلائے منہمک انداز میں ان میں غرق تھے جب ان کے پاس ہی بیڈ پہ بیٹھی مائدہ انگلیاں مروڑتی ہوئی بے چینی سے انہیں دیکھنے لگی۔ مائدہ بیگم کے اندر ہونے والی جنگ سے یکسر بے خبر وہ اپنے ہی کام میں الجھے ہوئے

www.novelsclubb.com

تھے۔سیاست میں رہتے ہوئے وہ ویسے بھی ہر پل الجھے ہی رہتے تھے یا شاید سیاست انہیں الجھائے رکھتی تھی۔

"ہمایوں" بالآخر پکار ہی ڈالا۔لیکن اگلا معرکہ سر کرنا مشکل تھا۔

"ہوں"ایک کاغذ کو دو انگلیوں سے تھامے وہ کسی سطر کو دوبارہ پڑھ رہے تھے۔ شاید وہ جملہ ایک بار پڑھنے پہ صحیح سے سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔

"مجھے عائشہ سے ملنا ہے۔"انتہائی دقت سے الفاظ ادا کیے تھے۔ہمایوں کمال یک دم سطر کی گہرائیوں سے باہر کود ے تھے۔یہ جھٹکا یقیناً شدید تھا۔انہیں سنبھلنے میں وقت لگا تھا۔مائدہ نے ان کی حرکات و سکنات کو بغور جانچا۔انہیں شرمندگی ہوئی۔

"آر یو شیور؟"نہایت دھیمے لہجے میں پوچھا۔البتہ چہرہ قدرے حیران کن تاثرات کے زیر اثر تھا اور پر فکر سوچ کی لکیریں جا بجا ماتھے پہ عیاں ہو رہی تھیں۔

"ہوں" نظریں کاغذات پہ جمائے ہلکا سا بولی کہ اگر ہمایوں کمال کی ساری حسیں اس قدر چوکس نہ ہوتی تو وہ یقیناً سن نہ پاتے۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر جانے لگیں کہ ہمایوں نے انہیں پکارا۔

"ایک بات پوچھوں؟"ان کی امید کے عین مطابق انہوں نے سوال داغا تھا۔ وہ تھم گئیں۔ شاید وہ اگلا سوال بھی جانتی تھیں۔

"گلٹ ہے یا ہمدردی؟"وہ بالکل بھی طنزیہ نہیں بولے تھے۔ مگر مائدہ کو چبھا تھا۔

"دونوں ہی نہیں۔"

شاید وہ پہلے سے ہی جواب سوچ کر رکھے ہوئے تھیں۔

"پھر؟"وہ بغور ان کے چہرے کے اتار چڑھاو کو پرکھتے ہوئے بولے۔

"شاید پرانی محبت"وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بولیں۔

"ٹھیک ہے۔ کب ملنا ہے؟"انہوں نے مزید نہیں کریدا۔

"کل"

"میں لے جاؤں گا۔" وہ دوبارہ کاغذات میں غرق ہونے کو تیار تھے۔

"وہ آپ کو پہچان رہی ہے؟" ان سارے حادثات میں پہلی بار انہوں نے عائشہ کے متعلق اتنی طویل گفتگو کی تھی۔

"معلوم نہیں۔"

انہوں نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟ میں سمجھی نہیں۔" وہ بات کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھیں۔

"میں اب تک اس کے سامنے نہیں گیا۔" ان کا چہرہ سپاٹ تھا۔ لیکن مائدہ ہکا بکا رہ گئی۔

"آپ نے ایک بار بھی اپنی بہن کو جا کر نہیں دیکھا؟" شاک کے مارے ان کی آواز لرزی تھی۔ یا شاید ان کی بے حسی پہ وہ دنگ رہ گئی تھیں۔

"نہیں" سرد لہجہ۔سپاٹ تاثرات

"کیوں؟"

"وقت نہیں ملا۔" انتہائی غیر منطقی جواز تھا۔جس پہ مائدہ بپھر گئیں۔

"سیریسلی؟ آپ کی بہن مرتے مرتے بچی ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ کو اسے دیکھنے کا وقت نہیں ملا۔" وہ مضحکہ خیز انداز میں ہنسی تھیں۔

"وہ ٹھیک ہے۔بابا تھے اس کے پاس۔" انہوں نے سپاٹ تاثرات سے جواب دیا۔

"سمجھ گئی۔" چہرے کو اوپر نیچے ہلاتے وہ خود پہ ضبط باندھنے کی کوشش کرنے لگیں۔

"کیا سمجھ گئی؟"

"جب میں بھی حالت نزع کے قریب ہسپتال کے بستر پہ موجود ہوں گی تو بھی آپ کو اپنی سیاست عزیز ہو گی۔" ضبط کی طنابیں ٹوٹ چکی تھیں۔

www.novelsclubb.com

"شٹ اپ۔اور تم کیوں جانے لگی ہسپتال ؟اب سمجھ آئی مجھے۔ تمہیں اپنی فکر ستائے ہوئے ہے۔تم مکافات سے ڈر رہی ہو۔" وہ سمجھتے ہوئے بولے۔لیکن مائدہ ان کو نہیں سن رہی تھی۔

"آپ بھی، بابا بھی دونوں کو اپنی سیاست عزیز ہے۔اور میرا بیٹا۔۔۔میرا ابرہان اسے بھی آپ نے ایسا بنا دیا ہے۔ مہینوں میں اس کے لیے تڑپتی رہی، سسکتی رہی اور اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔"انہوں نے تو جیسے ان کا کہا کوئی لفظ سنا ہی نہیں تھا۔وہ تو اپنا غم لیے بیٹھیں تھیں۔

"تم کیا چاہتی ہو وہ گھر بیٹھ جائے۔اور سیاست غیروں میں تقسیم ہو جائے۔"وہ بیڈ سے اٹھتے ہوئے ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کو جھٹکتے ہوئے غصے سے بولے۔

"میں نے اسے کبھی سیاست میں جانے سے نہیں روکا۔مگر۔۔۔"وہ ان کے اس ردعمل پہ حیران رہ گئیں تھیں۔

"کوئی اگر مگر نہیں۔ تم نے دیکھا نہیں برہان کتنا تبدیل ہو چکا ہے۔اس کی تبدیلی اتنی خوش آئند ہے کہ اخیر۔وہ سیاست کا چمکتا ستارہ بنے گا۔ لکھوا لو مجھ سے۔وہ ستارہ جو پورے آسمان میں سب سے روشن ہوتا ہے۔وہ ستارہ جس کی چمک سے چاند کو بھی خطرہ لاحق ہوتا ہے۔"وہ مستقبل کی منظر کشی کرتے ہوئے بے حد پر یقین تھے۔ان کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ برہان نے ان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا تھا۔

"ستارے پہنچ سے دور ہوا کرتے ہیں ہمایوں۔"نم آنکھوں سے انہیں احساس دلانے کی کوشش کی۔

www.novelsclubb.com

"اسے ایسا ہی بننا ہو گا۔کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے۔اور اسے ایسا ستارہ بنتا دیکھنے کے لیے میں ہر شے کی قربانی دینے کو تیار ہوں۔"وہ پر جوش جذبے کے تحت بولے۔وہ خاموش ہو گئیں۔

ان کی ہر گفتگو یونہی ہوتی تھی۔ آدھی ادھوری، بامقصد اور بے مقصد کے درمیان چکر کاٹتی، نرم گرم، تلخ، ماضی اور مستقبل کے درمیان الجھی، حال سے بیزایت بھری۔

☆☆☆

یہ فیصل آباد ڈی گراونڈ کا علاقہ تھا۔ جہاں روشنیاں آنکھوں کو خیرہ کرتی تھیں۔ جہاں زندگی رقص کرتی تھی۔ ہوٹل، ریستوران، ڈھابے، مارکیٹیں، شاپنگ مالز اور مختلف سٹالز سے سجا یہ علاقہ دیکھنے والے کو خود میں گم کرلیتا تھا۔ اس پر رونق اور دلفریب جگہ پہ جابجا لوگ دکھائی دے رہے تھے۔ گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کا جم غفیر موجود تھا۔ پاس ہی موجود پارک میں لوگ اپنی فیملیز کے ساتھ جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ پارکنگ میں الگ ہی منظر نمایاں تھا۔ سردی معمول سے ذرا کم تھی۔ اسی لیے شاید لوگ باہر نکلے ہوئے تھے۔ کیونکہ زیادہ ٹھنڈ میں اس علاقے میں اتنے لوگوں کی موجودگی مشکل ہوتی تھی۔

www.novelsclubb.com

وہ زید کے بتائے ہوئے پتے پہ پہنچا تھا۔ گرین بیلٹ کے قریب موجود چار کرسیوں کے ساتھ ایک میز موجود تھی جن میں سے ایک کرسی پہ وہ بیٹھا ہوا تھا۔ گہرے نیلے رنگ کی ہائی نیک کے ساتھ سفید جینز پہنے وہ بے نیازی سے اس ماحول کو دیکھ رہا تھا۔ جبکہ ارد گرد کے سبھی لوگ اسے گھور گھور کر دیکھ رہے تھے۔ کیونکہ وہ یہاں کا باسی نہیں لگتا تھا۔ حالانکہ وہ پیدائشی پاکستانی تھا مگر جرمنی نے اسے بدل دیا تھا۔ اب وہ اپنے ہی ملک میں بیگانہ تھا۔

لوگوں کی نگاہوں کی پرواہ کیے بغیر وہ اپنے مشاہدے میں مگن تھا۔ دفعتاً اس کے کانوں میں ایک آواز گونجی۔

"بابا مجھے بھی بائیک چلانی ہے۔" سڑک پہ دوڑتی ہوئی تیز رفتار موٹر سائیکلوں کو دیکھتے اس نے پر شوق انداز میں کہا۔ تو لقمان عالم نے اس کی خواہش پہ حیرت ظاہر نہیں کی۔

"بائیک کے لیے ابھی تم چھوٹے ہو۔اس لیے صرف سائیکل۔" انہوں نے پیار سے تاکید کی۔

غالباوہ نوجوان نسل کی رمز سے بخوبی واقف تھے۔

"میں چھوٹا نہیں ہوں بابا۔پورے نو سال، تین ماہ اور بارہ دن کا ہوں۔" وہ اپنی عمر گنواتے ہوئے زور ڈالنے لگا۔

"تم اپنی عمر کیوں حفظ کرتے ہو حدید؟" وہ اپنے سپوت کی اس حرکت پہ حیران ہوتے تھے۔اسے اپنی عمر بتانے کا خبط رہتا تھا۔

"کیونکہ مجھے بڑا ہونا ہے۔اس لیے میں ہر روز اپنی عمر کا حساب لگاتا ہوں۔" اس نے معصومیت اور سچائی سے جواب دیا۔کیونکہ بچے تو معصوم بھی ہوتے ہیں اور سچے بھی اگر ان سے یہ وصف چھینا نہ جائے۔

"اور بڑا ہونے کا اتنا شوق کیوں ہے؟" انہوں نے ابرو اچکا کر پوچھا۔ یقیناوہ کوئی منفرد سے جواب کی توقع کر رہے تھے۔

"تاکہ میں ہر وہ کام کر سکوں جس سے آپ مجھے یہ کہہ کر منع کرتے ہیں کہ میں ابھی چھوٹا ہوں۔" صاف گوئی کی انتہا تھی۔

"تم بہت تیز ہو گئے ہو۔" لقمان نے اس کی ذہانت کو داد دی۔

"آپ مجھ پہ طنز کر رہے ہیں جبکہ مجھے تعریف لگ رہی ہے۔" حدید نے ہنستے ہوئے کہا جس پہ لقمان نے اس کی کمر پہ چپت لگائی۔

یہ لڑکا جانے بڑا ہو کر کیا کرتا؟

وہ سوچتے رہ گئے۔

اور وہ ماضی کی یاد میں گم سوچ کر رہ گیا۔ وہ اس لیے تو بڑا ہونا نہیں چاہتا تھا۔ اسے تو بابا کی موجودگی میں بڑا ہونا تھا۔ وہ ان کی غیر موجودگی میں زندہ کیسے تھا؟

اس نے گہری آہ بھری۔ماضی کی یادیں کتنا تھکا دیتی ہیں۔اسے تھکن ہونی لگی۔اس نے اپنی کنپٹی سہلائی۔ سر میں درد اٹھنے لگا تھا۔اسی دوران زید وہاں پہنچ گیا۔کچھ دیر دونوں بیٹھ کر لائحہ عمل تیار کرتے رہے۔حدید کافی حد تک سنبھل چکا تھا۔ارد گرد نگاہیں دوڑاتے ہوئے اچانک حدید نے زید سے عجیب سی فرمائش ظاہر کی۔

"مجھے لگا تھا تم مجھے شہر گھماوگے۔" جانے اس شہر کو دیکھنے کی حسرت دل میں کیسے جاگ گئی تھی۔جانے اس شہر سے اسے اتنی انسیت کیوں محسوس ہوتی تھی؟

جانے حدید عالم کو فیصل آباد راس کیسے آرہا تھا؟

"اس کا خرچہ علیحدہ ہوگا۔" وہ پہلے حیران ہوا۔پھر نہایت مودب انداز میں اپنی ڈیمانڈ بتائی۔

"جیسے مجھے معلوم نہیں۔" اس نے ہاتھ ہلا کر کہا۔وہ اسے بہت اچھے سے جانتا تھا۔

ایک نمبر کا کنجوس واقع ہوا تھا زید نائک۔

"اچھے خاصے سمجھدار ہو۔پتا نہیں یہ شادی کرتے وقت تمہاری عقل کہاں گم

تھی۔"اس کے جواب پہ آخر کو حدید اسے عقل مند تو لگا۔مگر شادی کے معاملے میں وہ اسے صدا کا بیوقوف ہی لگتا تھا۔

"میری تو عقل ہی گم تھی۔ تمہاری تو لڑکی ہی گمشدہ ہے جس سے تم شادی کے خواہاں ہو۔"اینٹ کا جواب پتھر سے دیا تھا حدید عالم نے۔

آیا بڑا مجھے طعنہ دے گا۔

"بہت جلد مل جائے گی۔ پھر تمہیں بتاوں گا۔"وہ انتقامی لہجے میں بولا۔البتہ اس کا انتقام بھی اس کی ہی طرح مضحکہ خیز ہوتا تھا یہ بات حدید بخوبی جانتا تھا۔اس لیے اس نے کوئی خاص اثر نہ لیا۔

"ویسے کتنی کوئی امیر لڑکی چاہئے تمہیں؟"ٹیبل پہ آگے کو جھکتے اس نے نہایت دلچسپی اور تجسس سے استفسار کیا۔غالباوہ اس کی لالچ پرکھنا چاہتا تھا۔

"بس اس کا باپ اچھا خاصا مال دار ہو اور وہ اکلوتی بیٹی ہو۔"اپنی پسند کی لڑکی کا خاکہ بتایا تو حدید اس کی لالچ پہ مسکرایا۔

"مطلب ٹوٹل جائیداد لوٹنے کا پلان ہے۔" دونوں ہاتھوں کو میز سے اٹھا کر ہوا میں لہراتے ہوئے کہا تو زید اس کے جواب اور انداز سے متاثر ہوا۔

"ہاں تو کیا میں پوری عمر تمہارے حکم سنوں گا۔" منہ بسور کر بولا جس پہ حدید نے اسے گھورا۔

"یعنی امیر بیوی کے حکم سننا چاہتے ہو۔" اس نے سمجھتے ہوئے جواب دیا۔

"ہاں جب وہ نہایت محبت، عزت اور تمیز کے تقاضوں کو پورا کرتے مجھ سے فرمائشیں کیا کرے گی۔ زید جی کہا کرے گی۔ نہیں زید جی کافی عجیب لگ رہا ہے۔ زید ہی ٹھیک ہے۔ ہاں لیکن پلیز ضرور کہا کرے گی۔ زید آپ پلیز مجھے لانگ ڈرائیو پہ لے جائیں تو بیچاری کو لے جایا کروں گا۔" وہ نہایت فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بول رہا تھا۔ جیسے نیکی اور رحم دلی تو اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہو۔

"یہ جملہ بھی یقیناً تمہارے خواب میں آنے والی تمہاری امیر بیوی نے تم سے کہا ہو گا۔" اس نے اندازہ لگایا۔ کیونکہ اسے زید کے خبطی ہونے میں کوئی شک نہ تھا۔

" صحیح کہتے ہیں جینیس لوگوں کی صحبت میں رہنے سے انسان ذہین ہو جاتا ہے۔ میری شخصیت کا تم پر بہت اچھا تاثر جا رہا ہے۔" خود کو داد دیے بغیر تو اس لڑکے کا گزارا نہیں تھا۔

حدید اس کو دیکھ کر رہ گیا۔

پہلے دوست خود پسندی کا شکار تھا پھر بیگم۔ کن لوگوں میں پھنس چکا تھا وہ!

☆☆☆

کئی دنوں کے سخت حالات کاٹنے کے بعد آج وہ تسلی سے سوشل میڈیا پہ اپنا اکاونٹ کھولے بیٹھی تھی۔ لوگوں کے میسجز کا ڈھیر تھا جو اس کی کوئی نئی ویڈیو نہ آنے پہ پریشان تھے۔ کوئی اسے دعا دے رہا تھا تو کوئی اس کے لیے فکر مند تھا۔ وہیں کچھ تنقید کرنے والے اور حاسدین بھی موجود تھے جو اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتے اسے ٹرول کر رہے تھے۔ ان کے فضول کمنٹس، میمز اور پوسٹس دیکھنے کے بعد اس کا کتنا خون جلا یہ وہ ہی جانتی تھی مگر پھر اپنے فینز کے حوصلہ افزا تبصروں

کے بعد وہ خوش باش ہو گئی۔

اس نے واٹس ایپ کھولا تو اس پہ توصیف کا صرف ایک ہی پیغام جھلکیاں دکھا رہا تھا۔اس نے پیغام کھولا۔

"نورا اگر اس ہفتے تم برلن واپس نہ آئی اور فلم کو جہاں سے ادھورا چھوڑا وہیں سے مکمل نہ کیا۔تو میں تمہیں یقین دہانی کرواتا ہوں کہ تمہارا کیریئر تباہ ہو جائے گا۔ میں اس بات کو یقینی بناوں گا کہ دوبارہ تمہیں کسی اشتہار میں بھی کاسٹ نہ کیا جائے کیونکہ تم پہلی ہی بار اپنا معیار خراب کر چکی ہو۔اس کو میرا مشورہ سمجھو یا دھمکی"

اس پیغام نے اسے صوفے سے اٹھنے پہ مجبور کیا۔فون کو ہاتھوں میں تھامے وہ جلے پیر کی بلی بنی ادھر سے ادھر چکر کاٹنے لگی۔ماما کی طبیعت اور حدید سے شادی نے اس کے دماغ سے اس چیز کو بالکل ہی نکال دیا تھا۔وہ کیسے بھول سکتی تھی؟

"نہیں ہرگز نہیں۔یہ مقام میں کبھی نہیں گنوا سکتی۔" دھیمی بڑبڑاہٹ کرتے ہوئے اس نے خود کو کمپوز کیا۔پھر فوری توصیف کو کال ملائی۔

www.novelsclubb.com

"میں اسی ہفتے برلن واپس آؤں گی۔ میری درخواست ہے کہ میرے اس نان-
پروفیشنل رویے کی خبر سوشل میڈیا کے کسی پلیٹ فارم تک نہیں جانی چاہیے۔ میں
اپنے کیے کا کفارہ بھی ادا کروں گی۔ مگر یہ خبر کسی صورت سوشل میڈیا پہ نہیں آنی
چاہیے کہ نور فلم ادھوری چھوڑ کر گئی تھی۔" سلام، دعا اور ہائے، ہیلو کے بغیر سیدھا
مدعا بیان کیا۔

"نہیں آئے گی۔ اس ہفتے تک کی گارنٹی میں دیتا ہوں۔ لیکن اگر سوموار کو تم سیٹ
پہ نہ پہنچی نور تو تم جانتی نہیں کہ میں کیسے ایک دن میں تمہیں برباد کروں گا۔ میں
تمہیں اپنا پیسہ ڈبونے کی اجازت نہیں دے سکتا۔" وہ سخت کبیدہ خاطر تھا۔ اس
نے اس فلم پہ جتنا پیسہ لگایا تھا اور جتنی محنت صرف کی تھی وہ ایک نئی اداکارہ جس کو
اس نے موقع دیا ہوا اس کی وجہ سے برباد ہونے نہیں دے سکتا تھا۔

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ سوموار کو سیٹ پہ زخرف نور کی موجودگی یقینی ہوگی۔"
اس نے بغیر سوچے سمجھے جواب دیا کیونکہ یہی وقت کا تقاضا تھا۔ آنے والے حالات

سے یکسر بے خبر وہ وعدہ کر چکی تھی۔

"گڈ" یک لفظی جواب کہہ کر وہ فون رکھ چکا تھا۔اور نور اب مختلف پہلوؤں پہ نظر ثانی کرنے لگی۔

☆☆☆

Mauerpark

یہ برلن کے ضلع میں واقع ایک عوامی پارک ہے۔اس کے نام کا ترجمہ "وال پارک" ہوتا ہے جو اس کے حصے کو دیوار برلن کے سابق حصے اور اس کی موت کی پٹی کے طور پہ ظاہر کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔یہ پارک مغربی برلن کے ضلع کی سرحد پہ واقع ہے جو برلن کے جوان باشندوں کے لیے سب سے مقبول جگہوں میں سے ایک ہے۔خاص طور پر کھلاڑیوں، جادو گروں، موسیقاروں اور بہت سے دوسرے قسم کے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔یہ ایک پر ہجوم تفریحی میدان ہے۔جہاں اس وقت نہایت کم مقدار میں لوگ موجود تھے۔

www.novelsclubb.com

سرسبز گھاس پہ موجود سفید برف کی چند سینٹی میٹر کی تہہ نے ماحول میں ٹھنڈک بکھیر رکھی تھی۔ مگر ان دونوں کو جیسے اس ٹھنڈ سے کوئی سروکار نہ تھا۔ شاید شروع سے اس علاقے میں رہنے کے باعث ان کے اجسام اس سردی کی شدت کو برداشت کرنے کے اہل ہو چکے تھے۔ سفید مخملی تہہ پہ سپورٹس شوز سے اپنے قدموں کے نشانات چھوڑتے وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ دونوں میں کافی دیر سے مسلسل خاموشی حائل تھی۔ وہ آتو گئی تھی مگر اب اس کا دل اچاٹ ہو چکا تھا۔ اور دوسری طرف وہ تھا جو اس کی خاموشی کے پیش نظر خود بھی خاموشی سے چل رہا تھا۔ بالآخر اس نے اس قاتل خاموشی کا قتل کرنے کا سوچا۔

www.novelsclubb.com

"کنزے" اپنی نظریں برف کی تہہ پہ جمائے اسے پکارا۔

"ہوں" اس نے اپنی جامنی جیکٹ کی جیب میں ہاتھ گھساتے ہوئے جواب دیا۔

"طبیعت نہیں ٹھیک تو ہم واپس جا سکتے ہیں۔" اس کی طرف نظر ڈال کر پوچھا۔

اسے یہی محسوس ہوا کہ شاید اس کی طبیعت خراب ہے۔

"ہاں سچ میں طبیعت کچھ عجیب سی ہو رہی ہے۔" اپنے دائیں ہاتھ کو جیکٹ کی جیب سے باہر نکال کر سر پہ ٹوپی کو درست کرتے ہوئے اس نے انکار نہیں کیا۔

"ہم ڈاکٹر کے پاس جا سکتے ہیں۔" اس نے بلاواسطہ اس کے سرخ و سپید چہرے پہ نگاہیں ڈالتے ہوئے کہا۔ وہ مرجھائی ہوئی دکھ رہی تھی۔ گویا ایسا پھول ہو جو جڑ سے کٹ گیا ہو۔

"اس کی دوا ڈاکٹر کے پاس نہیں ملے گی۔" اس نے دھیمی بڑبڑاہٹ کی۔ اور بالوں کی لٹوں کو چہرے سے پیچھے ہٹانے لگی۔

"کیا مطلب؟" وہ ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگا۔

"مطلب یہ کہ کیا تم مجھے اس سٹال سے آئس کریم لا کر دے سکتے ہو؟" وہ اچانک مڑ کر ایک سٹال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی تو افان حیران ہوا۔

www.novelsclubb.com

"تمہیں اتنی سردی میں کم از کم آئس کریم نہیں کھانی چاہیئے۔" اس نے اسے ٹوکا۔

اس کی صحت اہم تھی۔ وہ اس پہ سمجھوتہ نہیں کر سکتا تھا۔

"پلیز"

وہ بچوں کی طرح منت بھرے لہجے میں بولی تو افان انکار نہیں کر سکا۔

"اوکے۔ میں جا رہا ہوں۔ ادھر ہی رکنا۔" اسے انکار کرنا بھی تو جان لیوا تھا سو وہ مان گیا۔

"اور ساتھ میں کچھ چاکلیٹس بھی لے آنا۔" اس نے مزید فرمائش کی۔ ساتھ ہی کافی دور موجود دوسرے سٹال کی طرف اشارہ کیا گویا وہ وہیں پہ بکنے والی چاکلیٹس ہی کھائے گی۔

"اوکے" وہ اس کی فرمائشیں پوری کرنے کے لیے چلا گیا تو کنزہ نے اپنی جیکٹ سے فون نکالا۔ایک پل بھی سوچے بغیر حدید کو کال ملائی۔دوسری جانب حدید نے اس کی کال رد نہیں کی بلکہ توقع کے عین مطابق فوری اٹھالی۔

"کب واپس آو گے حدید؟" وہ چھوٹتے ہی بے چینی سے بولی تو لیپ ٹاپ پر چلتی اس کی انگلیاں ساکت ہوئیں۔

"سب ٹھیک ہے کنزہ؟" کئی اندیشوں کے تحت متفکر ہو کر پوچھا۔وہ اس کی پریشانی پہ ہلکا سا مسکرائی۔

"نہیں" بھاری دل سے کہا۔دل کی ایسی حالت پہلے تو نہ ہوئی تھی۔شاید اسی لیے کیونکہ حدید پہلی بار اس سے اتنی دور گیا تھا اور اتنے دنوں سے وہ براہ راست اس کو دیکھ نہ سکی تھی۔کتنے دن ہو چکے تھے کنزہ ابراہیم کو حدید عالم کی موجودگی محسوس کیے بغیر۔لگتا تھا صدیاں بیت گئیں ہیں۔

"تم ٹھیک ہو کنزہ اور ڈیڈ؟ جلدی بتاو۔" حدید نے لیپ ٹاپ کو پرے ہٹا کر کھڑے

ہوتے ہوئے پوچھا۔اس کے ہر انداز میں بے پناہ فکر پوشیدہ تھی۔وہ ان دونوں کے معاملے میں لاپرواہی نہیں برت سکتا تھا۔

"کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے۔" اپنے آنسوؤں کو حتی الامکان روکنے کی تگ ودو کرتے ہوئے بمشکل بولی تو حدید کا سارا سکون غارت ہوا۔

"الجھاومت۔کیا ہوا ہے کنزہ؟" اس نے دوبارہ اس سے پوچھنا چاہا۔یہ لڑکی اسے پریشان ہونے کی وجہ نہ بتا کر پریشان کررہی تھی۔

"برلن سوگوار ہوگیا ہے حدید۔ہواؤں نے رقص کرنا چھوڑ دیا ہے۔ماحول گھٹن زدہ ہونے لگا ہے۔برف کی سفیدی پاکیزہ نہیں رہی۔راتوں کی تاریکی نے دن کو بھی گھیر لیا ہے۔آسمان پہ اب سورج نہیں نکلتا۔چاند بھی گم گم سا رہتا ہے۔ہر شے تاریک اور ویران ہوگئی ہے۔" وہ کسی اور ہی دنیا میں کھوئی کھوئی بولتی گئی۔اور حدید سکتے کی کیفیت میں سب سنتا گیا۔

"کیا مطلب؟" دل کی دھڑکن کے سست ہوتے اس نے بمشکل پوچھا۔اس لڑکی کی

باتیں اب اس کے چین کو ختم کرنے کے درپے تھیں۔

"تم کب لوٹو گے حدید؟"اس نے شدت انتظار سے پوچھا تو حدید کی رکتی دھڑکن مزید تھم گئی۔

"جلد ہی"اس نے خود کو کہتے پایا۔

"جلدی آجاو۔وقت بہت دھیما اور ظالم ہو گیا ہے۔"حسرت اور محبت اس کے لہجے میں سب سے نمایاں تھی۔

"تم مجھے پریشان کر رہی ہو کنزہ۔کیا کوئی مسئلہ ہے؟"وہ پھر پوچھ بیٹھا کہ شاید وہ کسی مسئلے کا شکار ہو اسی لیے یہ الفاظ بول رہی ہے۔دوسری صورت حدید کو بہت بڑی مشکل میں ڈال سکتی تھی۔اور وہ اس کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔

"تم نہیں ہو تو ہر شے مسئلہ ہے۔تم ہو تو کوئی مسئلہ نہیں۔بس تم لوٹ آو۔"وہ یوں بولی گویا درخواست کر رہی ہو کہ لوٹ آؤ ورنہ سانسیں تھم جائیں گیں۔لوٹ آؤ کہ دیر نہ ہو جائے۔لوٹ آو کہ کنزہ ابراہیم کا وجود ادھورا پن محسوس کر رہا ہے۔

پلٹ آو کہ وہ تمہارے انتظار میں کئی راتیں جاگ کر کاٹ چکی ہے۔لوٹ آو کہ خود کو تسلی دینا آسان نہیں ہوتا۔

"میں آجاوں گا کنزہ" وہ اسے یقین دہانی کروانے لگا۔شاید اس وقت وہ یہی کر سکتا تھا۔

"میں انتظار کررہی ہوں۔"اس نے فون رکھ دیا کیونکہ افان نے اس کے کندھے کو چھو کر اسے احساس دلایا تھا کہ برلن کی فضاؤں میں کوئی افان مراد بھی رہتا ہے۔

☆☆☆

اپنے لگژری اپارٹمنٹ میں چکر کاٹتے ہوئے وہ خاصی بے چین دکھ رہی تھیں۔

جب شہروز بخت نے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو وہ تقریبا بوکھلا ہی گئیں۔

"کو۔۔۔کون ؟"ہکلا کر پوچھا تو وہ حیران ہوئے۔

"کیا ہو گیا بیگم ؟اپنے ہی گھر میں ڈر رہی ہو۔"نفیس طبیعت کے مالک سوٹڈ بوٹڈ شہروز بخت نے ان کو تھام کر بیڈ پہ بٹھاتے ہوئے مذاق سے پوچھا۔چند لمحات میں

ان کا سانس بحال ہوا تو ان کے چہرے پہ چھائی سنجیدگی دیکھ کر وہ بھی پریشان ہو گئے۔

"سب ٹھیک ہے نازش؟" اپنی عزیز بیوی کے چہرے پہ ہاتھ رکھتے نہایت محبت سے پوچھا۔

"عائشہ" آنکھوں میں آتی نمی کو پرے دھکیلتے محض اتنا ہی بولی۔ آگے بولنا مشکل ہو رہا تھا۔

"کیا عائشہ؟" انہوں نے ناسمجھی سے استفسار کیا۔

"مجھے لگتا ہے کہ وہ کسی بڑی مصیبت میں ہے۔"

وہ تیز دھڑکنوں کے تلاطم کے بیچ بمشکل بولیں۔

"تو کال کر کے پوچھ لو۔"

انہوں نے گویا ان کی عقل پہ ماتم کیا۔ بھلا آج کل کے ڈیجیٹل دور میں کوئی رابطہ نہ ہونے پہ بھی پریشان ہوتا ہے۔

"یہی تو مسئلہ ہے۔ وہ پچھلے کئی دنوں سے فون ریسیو نہیں کر رہی۔ میں نے کتنے ہی پیغامات بھیجے مگر سب بے سود۔ اس کا نمبر ہی بند جا رہا ہے۔"

وہ ساری تفصیلات ان کے گوش گزار کر گئیں۔

"اوہو۔۔۔ مگر اس کی بیٹی یہاں برلن میں آئی ہوئی ہے نا۔ تم اس سے رابطہ کیوں نہیں کرتی؟" انہوں نے مشورہ دیا۔

"ریجا اس ہوٹل گئی تھی جہاں نور کا سٹے تھا مگر وہ وہاں نہیں ہے۔" انہوں نے مزید اضافہ کیا۔

"یہ تو واقعتاً پریشانی والی بات ہے۔" ان کے چہرے پہ متفکر آمیز پرچھائی دکھائی دی۔ عائشہ ان کی بیوی کو بہت عزیز تھی۔ اس لیے وہ عائشہ کے معاملے میں ہر بات کو بہت اہمیت دیتے تھے۔

"تم عائشہ کے بابا۔۔" انہوں نے مزید مشورہ دینا چاہا مگر نازش نے ٹوک دیا۔

"نہیں شہروز میں ان سے نہیں پوچھ سکتی۔" وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولیں۔

"دیکھو وہ سب۔۔۔"وہ سمجھانے کی نیت سے بولنے لگے مگر انہوں نے بولنے ہی نہ دیا۔

"نہیں بالکل نہیں۔"اب وہ باقاعدہ رونا شروع ہو چکی تھیں۔ شہروز بخت نے افسوس سے انہیں دیکھا۔آخر کیوں وہ عائشہ کے معاملے میں اس قدر حساس تھی؟

"اچھا ٹھیک ہے مت پوچھنا۔دیکھو نازش پلیز آنسو نہیں بہاو۔میں معلوم کرواتا ہوں۔وہ ٹھیک ہو گی۔"ان کے آنسو پونچھتے انہیں یقین دہانی کروائی۔

"آپ سے یہی امید تھی۔"اپنی آنکھوں کے نیچے آئی نمی کو انگلیوں کی پوروں سے صاف کرتے ہوئے وہ مان سے بولیں۔

"اچھا تو بیگم صاحبہ کو مجھ سے امیدیں بھی وابستہ ہیں۔"وہ مسکرا کر بولے۔شاید وہ ماحول کو خوشگوار بنانا چاہ رہے تھے۔

"امید پہ ہی تو یہ رشتہ آج یہاں تک پہنچا ہے۔ورنہ۔۔۔"ان کی بات ادھوری رہ گئی۔

"ماما!" باہر سے آتی آواز پہ انہوں نے اسے مخاطب کیا۔

"ہاں بیٹا" کمرے سے ماں کی آواز سن کر وہ اسی جانب آئی۔

"میں کب سے آپ کو آوازیں دے رہی ہوں۔ میرا آئی پیڈ نہیں مل رہا۔ کہاں گیا؟" کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ عجلت میں بولی۔ چہرے پہ بارہ بجے ہوئے تھے۔ شاید وہ کافی دیر سے آئی پیڈ ڈھونڈ رہی تھی۔

"خود ہی رکھ کر بھول گئی ہو گی۔" وہ اٹھتے ہوئے بولیں۔

"اب تو بھول گئی نا۔ بس جلدی سے ڈھونڈ دیں۔" ماں کے پاس آتے ان کے بازو کو پکڑتے ہوئے کہا۔

"چلو!" وہ اس کے بازو پکڑنے کا مطلب جانتی تھیں۔ ایسا وہ اسی وقت کرتی تھی جب اسے ماں کو فوری طور پہ اپنے کام پہ راضی کرنا ہوتا تھا۔

"ایک تو یہ لڑکی۔ پتا نہیں اسے کب ڈھنگ آئے گا۔ اتنی ہی بھلکڑ ہے تو بزنس میں جا کر پتا نہیں کیا کرے گی۔ شہروز سن لیں یہ لڑکی آپ کا سارا پیسہ ڈبو دے گی۔"

www.novelsclubb.com

کمرے سے باہر جاتے ہوئے وہ اسے کوسنے لگیں۔

"میری بیٹی حق رکھتی ہے بیگم۔ڈبوئے یا ضائع کرے۔" وہ کمرے کے اندر سے اونچی آواز میں بولے تو ریجا نے ابرو اچکائی۔کہ دیکھ لیں آپ میں اور بابا میں کتنا فرق ہے۔

"آپ کی یہی باتیں اسے شے دیتی ہیں۔ہر وقت پیسہ ضائع کرتی رہتی ہے۔۔۔۔" وہ اور بھی کچھ کہہ رہی تھیں مگر شہروز بخت تک اب ان کی آواز نہایت مدھم آرہی تھی۔

ان کا دھیان بھی کسی اور جانب بٹ چکا تھا۔انہوں نے فون کھول کر ایک نمبر پہ پیغام بھیجا تھا۔

☆☆☆

وہ اپنے کمرے میں بیڈ پہ بیگ کھولے بیٹھی تھی۔سارے ملبوسات اور دیگر ضروت کی اشیاء کو دیکھتے ہوئے اسے کچھ ادھورا لگ رہا تھا۔اسے یقیناً مزید خریداری کی

ضرورت تھی۔اس نے بیگ کی تمام اشیاء سمیٹیں۔پھر مال جانے کے لیے تیاری پکڑی۔وہ جانے ہی لگی کہ اسے یاد آیا کہ اسے برہان کی کمپنی میں جانا چاہئے۔اس طرح وہ دونوں مزید کچھ وقت اکٹھا گزار سکتے تھے۔اس نے اپنے دل کے خیال پہ فوری عمل کیا۔پہلی بیل پہ کال ریسیو کرلی گئی تھی۔بھلا برہان کمال اپنی سونا کو انتظار کرواسکتا تھا؟

"مجھے شاپنگ پہ جانا ہے۔میرے ساتھ چلو گے؟"چھوٹتے ہی پوچھا تو وہ جو وارڈ روب کے سامنے کھڑا کپڑوں کی ترتیب کا جائزہ لے رہا تھا مسکرایا۔

"تمہیں انکار کرسکتا ہوں؟"دل پہ ہاتھ رکھ کر نہایت محبت اور عقیدت سے کہا تو نور کو ٹوٹ کر اس پہ پیار آیا۔وہ اپنی باتوں سے کسی کو بھی فنا کرسکتا تھا۔

"پتا ہے تمہاری یہی بات مجھے سب سے زیادہ پسند ہے۔"نرم سے لہجے میں مسکرا کر کہا۔

"شاپنگ پہ جانے والی؟"وہ حیرت سے گویا ہوا۔بھلا اس بات پہ کوئی کسی کو پسند کر

سکتا ہے؟

"نہیں بیوقوف" وہ اس کے جواب پہ ہنسی تھی۔شفاف اور ہر بغض و حسد سے پاک ہنسی۔

"پھر؟" تجسس کا عنصر لیے پوچھا۔

اور کیا بات ہو سکتی تھی آخر؟

الماری کے پٹ بند کرتے وہ ڈریسنگ کی طرف بڑھا۔

"میری ہر بات کا مان رکھنے والی۔" نور نے پر خلوص انداز میں کہا۔لہجے میں مان تھا۔اتراہٹ تھی۔

"تو سونا میری تعریف کر رہی ہے۔" وہ خاصا متاثر ہوتے ہوئے شرارتی انداز میں گویا ہوا۔آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے اس نے اپنے بالوں کو ہاتھ کی مدد سے سیٹ کیا۔

"میں نے کبھی برائی بھی کی ہے؟" برہان کی سونا نے ناراضی دکھائی۔چہرے کے

تاثرات شرارتی تھے۔وہ دیکھ لیتا تو جی اٹھتا۔

"سوچ کر بتاؤں گا۔"اس کی شرارت کو سمجھتے خود مزید شرارتی ہوا۔پرفیوم کی شیشی کو قریب کرتے خود پہ چھڑکاو کیا۔غالباوہ ساتھ ساتھ ہی جانے کی تیاری کر رہا تھا۔

"اچھا بعد میں سوچنا۔مجھے لینے آجاو پھر چلتے ہیں۔ساری باتیں ہو جائیں گی۔"وہ اچانک عجلت میں بولی۔شاید اسے کوئی کام یاد آگیا تھا۔

"میں آرہا ہوں مادام"اس نے اس کے حکم پہ سر تسلیم خم کیا۔اور آئینے میں ایک نظر خود کو دیکھتے ڈریسنگ سے گاڑی کی چابی اٹھائی۔

"ہاں ہاں میں انتظار کر رہی ہوں۔"یہ کہہ کر اس نے فون رکھ دیا۔اور ان تمام چیزوں کو اپنے فون کے نوٹس میں لکھنے لگی جن کی اس کو ضرورت تھی۔تاکہ کچھ بھول نہ جائے۔

اور برہان کمال کا رخ گھر کی پارکنگ میں کھڑی اپنی سیاہ بی ایم ڈبلیو کی طرف تھا۔

☆☆☆

وہ اسے لینے اس کے گھر پہنچا اور گاڑی کو گیٹ کے باہر روکتے ہارن بجایا۔ ایک لڑکی سیاہ عبایہ پہنے اس کے گھر سے باہر نکلی اور گھر کو لاک کرنے لگی تو برہان نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ یہ لڑکی کون تھی آخر؟

وہ لڑکی تیزی سے اس کی گاڑی کی طرف آتے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے اس کے برابر والی سیٹ پہ بیٹھ گئی۔ سیاہ عبایہ والی لڑکی نے سیاہ ماسک پہن رکھا تھا۔

برہان ہڑبڑا گیا۔

"اے اے۔۔۔ محترمہ کون ہیں آپ؟ اور سونا آئی مین نور کے گھر میں کیا کر رہی تھیں۔ کہاں ہے نور؟" وہ کڑے چتونوں سے اس لڑکی کو گھورتے ہوئے بولا۔ پھر تیزی سے دروازہ کھولنے لگا جب نور نے ماسک نیچے کیا۔

"بیوقوف انسان یہ میں ہی ہوں۔"اس کی آواز پہ اس نے پلٹ کر دیکھا۔تو سونا مجسم سامنے بیٹھی تھی۔

"یہ تم نے کیا پہن رکھا ہے؟"وہ اس کو غور سے دیکھتے ہوئے حیرت سے بولا۔جو سیاہ عبایہ کے ساتھ سیاہ سکارف لیے اور سیاہ ماسک کو نیچے کیے بالکل مختلف دکھ رہی تھی۔

"اندھے ہو؟برقع ہے۔"وہ اس کو جھڑکتے ہوئے بولی۔بیوقوف انسان!ہونہہ

"وہ تو معلوم ہے۔مگر تمہیں کبھی ایسے نہیں نا دیکھا۔"وہ کچھ شرمندہ ہوا۔پھر سنبھلتے ہوئے بولا۔

"ویسے یہ پہننے کے پیچھے کیا کہانی ہے؟"اس کے حلیے کو نگاہوں کے حصار میں رکھتے ہاتھ سے گول دائرہ بناتے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"سیکیورٹی کے لیے پہنا ہے۔" اس نے نہایت سمجھ داری سے جواب دیا۔ پھر سکارف کو درست کرنے لگی جو کہ وہ پچھلے ڈیڑھ منٹ سے لگاتار کر رہی تھی مگر ناکامی ہی ناکامی کا سامنا تھا۔

"ہیں۔۔۔کونسی سیکیورٹی؟ لوگ سیکیورٹی کے لیے بلٹ پروف جیکٹ پہنتے ہیں۔ اور تم برقع پہن رہی ہو۔" اسے اس کا جواز ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔اس لیے جواب طلب کیا۔

"تم جیسے لوگوں کو بلٹ پروف جیکٹ کی ضرورت ہوتی ہو گی۔ سوشل میڈیا سٹاز کو چھپنے کے لیے مختلف حلیے کی ضرورت ہوتی ہے۔" وہ نہایت عقلمندی سے اس کے گوش گزار کرنے لگی۔

"ہمیں اپنی شناخت چھپانے کے لیے اس طرح کا کوئی لباس زیب تن کرنا ہوتا ہے جو ہم عام حالات میں نہ پہنتے ہوں۔ ساتھ میں ایک عدد ماسک۔ لو ہو گئے ہم ناقابل پہچان۔" وہ یوں بولی گویا لو بھئی اتنی سی تو بات تھی۔

"ہاں بھئی اب میں کوئی سوشل میڈیا سٹار تھوڑی ہوں۔"اس نے گہری آہ بھری۔

سوشل میڈیا سٹارز اور ان کے مسائل یو نو!

"چلو اب جلدی۔ بہت کام ہیں مجھے۔"نور نے اپنا بیگ ڈیش بورڈ پہ رکھتے ہوئے کہا۔ جس پہ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے دی سوشل میڈیا سٹار"اس نے اپنے الفاظ پہ زور دے کر کہتے ہوئے گاڑی کا انجن آن کیا۔

"ہوں ہوں۔"

وہ اپنے فون میں مگن ہو گئی۔ برہان کچھ دیر انتظار کرتا رہا کہ وہ فون چھوڑ دے مگر جب یہ سلسلہ طوالت اختیار کر گیا تو اس نے اسے مخاطب کیا۔

"سونا!"

"ہوں"وہ مصروف سی بولی۔

"اٹس ناٹ فیئر یار" وہ ناراضی سے بولا۔

"کیا ہوا؟" اس نے ایک پل کو فون سے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ پل بھر کو برہان ساکت ہوا۔ پھر خود کو سنبھالا۔ وہ ہر بار یوں اس کی آنکھوں میں کھو نہیں سکتا تھا۔

"اتنا ہینڈ سم لڑکا تمہارے ساتھ بیٹھا ہے اور تم اپنے فون میں گھسی ہوئی ہو۔"

بروقت خود کو نارمل رکھتے اس نے بات کو مذاق میں ڈالا کیونکہ وہ اپنے جذبات اس پہ عیاں کرنے سے قاصر تھا۔

"ہینڈ سم انسان تو کہیں نہیں جا رہا۔ البتہ میرے کام ضرور ادھورے رہ جائیں گے۔" اس نے لاپرواہی سے جواب دیا اور دوبارہ فون کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس کی انگلیاں تیزی سے حرکت کر رہی تھیں۔

"مطلب میرے ہونے نا ہونے سے تمہیں کوئی فرق نہیں پڑ رہا۔" وہ دھچکے کے زیر اثر بولا۔ اسے نور سے ان الفاظ کی امید نہیں تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے برہان۔ تم پہ تو ہر کام قربان۔" اسے اس کی اہمیت جتاتے نور نے فون بند کیا۔

"دیٹس لائک مائی گرل" اس نے اس کے سر سے سرکتے سکارف سے نظر آتے بالوں کو سہلاتے ہوئے خوشی سے کہا۔ اگر وہ اس کا مان رکھتا تھا تو وہ بھی اس کی قدر کرتی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی خاطر اپنا ہر کام فراموش کر سکتے تھے۔

"نہیں کرو برہان۔ پہلے ہی یہ ٹھیک سے سیٹ نہیں ہو رہا۔" وہ روہانسی ہوئی۔ ایک تو پہلے ہی اس کا سکارف پھسل پھسل کر اس کے سنہری بال عیاں کرتا جا رہا تھا۔ وہ تو عاجز آ چکی تھی۔

www.novelsclubb.com

"میرے خیال میں سکارف سیٹ کرنے کے لیے پنز استعمال کی جاتی ہیں۔" اس نے نور کی ایسی حالت کے پیش نظر اپنا تجزیہ پیش کیا۔

"آہ! یہ بات مجھے کیوں نہیں یاد آئی۔" وہ اپنے سر پہ ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔ گویا اپنی عقل پہ ماتم کیا ہو۔

"ہو جاتا ہے۔مال میں جا کر پہلے پنز لیناا اور سکارف ٹھیک کر لینا۔"اس نے مزید مشورہ دیا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔"وہ سر کو مثبت انداز میں جنبش دیتے ہوئے بولی۔پھر اچانک اسے کچھ یاد آیا تو برہان سے استفسار کیا۔

"ایک بات تو بتاو۔"اس کے حسین چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہوں" نظریں سامنے سڑک پہ مرکوز کیے اس نے سرسری سا کہا۔

"تمہیں بڑا علم ہے کہ سکارف کیسے سیٹ کیا جاتا ہے۔شادی تو نہیں کر لی؟"وہ اس کو مشکوک نظروں سے گھور رہی تھی۔برہان نے نظر اس کی جانب کی تو اس کے تاثرات دیکھ ہنسی دبائی۔وہ سنجیدہ چہرہ لیے اس کے تاثرات بھانپ رہی تھی۔

"یار میں گرل فرینڈز والا بندہ ہوں۔یہ بیوی کے نخرے نہیں اٹھائے جاتے۔"وہ اس کو چڑاتے ہوئے بولا تو نور نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"بہت بے حیا ہو گئے ہو۔" اس نے برہان کے کندھے پہ چپت لگائی۔ یہ لڑکا ایسی بات کر جاتا تھا کہ نور کو بھی شرم آجاتی تھی۔

"کافی اچھا کا مپلیمنٹ ہے۔ برہان کمال عرف بے حیا۔" اس نے مزید اضافہ کیا۔ شرارت اس کے چہرے پہ ہلچل مچائے ہوئے تھی۔

"پاگل" سونا مسکرائی۔

"یہ بھی کامپلیمنٹ ہے؟" اس نے لب دانتوں میں دباتے تجسس سے پوچھا۔ "یہ تو حقیقت ہے۔" اس نے بلا لحاظ کہا۔ برہان نے اس کو دیکھا۔ وہ اسی کو دیکھ رہی تھی۔

اور پھر وہ دونوں جی جان سے ہنسے تھے۔ گردن پیچھے کی جانب پھینکتے، بے فکر، بے ریا اور پر خلوص ہنسی۔

www.novelsclubb.com

یہ سڑکیں، یہ ہوائیں یہ موسم سب ان دونوں کی ہنسی کے گواہ ہوئے تھے۔ سب ان کی ہنسی کے مداح ہوئے تھے۔

☆☆☆

وہ پچھلے دو گھنٹے سے اس کے ساتھ خوار ہو رہا تھا۔ شاپنگ بیگز کا ایک انبار تھا جو اس نے تھام رکھا تھا۔ اب کہ چال میں بھی اکتاہٹ جھلکنے لگی تھی۔ شاید وہ اس کے ساتھ آنے والے فیصلے پہ پچھتا رہا تھا۔

"سونا لوگ مجھے گھور رہے ہیں۔ یار اتنے ہینڈسم انسان سے اتنا بوجھ کون اٹھواتا ہے۔" وہ دہائی دینے والے انداز میں بولا تھا۔ پاس سے گزرتے لوگوں کی معنی خیز نظریں دیکھ اسے الجھن ہونے لگی تھی۔

"خاموش رہو۔ یہ اتنی باڈی اور مسلز کیا لڑکیوں کو دکھانے کے لیے بنائے ہیں۔ ان کا صحیح استعمال کیا کرو۔ کسی کا بوجھ اٹھالیا کرو۔" اس نے اس کے لمبے چوڑے وجود پہ خاصی تنقید کرنے کے بعد مشورہ عظیم دیا تو وہ اسے گھور کر رہ گیا۔

"ہاں بھئی دنیا کے سارے بوجھ اٹھانے کے لیے اب برہان کمال ہی باقی بچا ہے۔"

وہ حقیقتاً بہت تنگ آچکا تھا۔

"بس بس توبہ ہے بہت بولنے لگ گئے ہو۔ ابھی میں بھول جاتی کہ مجھے گرم موزے بھی چاہیئے۔" وہ اسے ڈپٹتے ہوئے بولی۔ اور رخ واپس گرم کپڑوں والی دکان کی جانب موڑا۔

"تم اتنی شاپنگ کا کیا کرو گی یار؟" بیگز کے انبار کو قدرے اونچا کر کے اسے دکھاتے ہوئے پوچھا۔ وہ تو یوں خریداری کر رہی تھی گویا پانچ سال کے کپڑے ایک ساتھ ہی لینے ہیں۔

"مجھے برلن واپس جانا ہے۔ اور پچھلی دفعہ چاہ کر بھی ایسے ملبوسات نہیں لیے گئے جو وہاں مجھے ٹھنڈ سے صحیح طرح محفوظ رکھتے۔ یقین جانو فیصل آباد اور برلن کی ہواؤں میں بہت فرق ہے۔" نور نے اسے مکمل تفصیل بتائی۔ اس کی برلن جانے والی بات نے اندر کہیں برہان کو تکلیف دی۔ لیکن اس نے پہلے ہی اس کا حل سوچ

لیا تھا۔اس لیے فلحال وہ پر سکون تھا۔

"تو تم برلن کو مس کررہی ہو۔" بات کو نارمل انداز میں جاری رکھتے ہوئے پوچھا۔

"اسے تو میں مر کر بھی مس نہ کروں۔"اس نے ناک بھوں چڑھا کر جواب دیا۔

گویا اس کے اختیار میں ہو تو برلن کو فضائی حملے میں اڑا دے۔

معلوم نہیں برلن نے اس کا کیا بگاڑا تھا؟

"یعنی وہاں جاکر اپنا شہر یاد آتا ہے۔" برہان نے سمجھتے ہوئے کہا۔

"سو تو ہے۔یہاں والی بات نہیں ہے وہاں۔"اس نے بھی کھلم کھلا اظہار کیا۔

بھلا فیصل آباد کا کسی شہر سے مقابلہ بنتا ہے؟

"ہاں وہاں کافی صفائی ستھرائی ہو گی اور تم سے ہضم نہیں ہو رہی ہو گی۔" وہ اس کو تنگ کرتے ہوئے بولا۔اپنے پسندیدہ انسان کو تنگ کرنے کا لطف بھی سرور بخش ہوتا ہے۔

"میں تو جیسے گندگی میں رہنے والی مخلوق ہوں؟"نور نے مصنوعی غصے میں اس کے

کندھے پہ چپت لگائی تو اس کے ہاتھ سے دو شاپنگ بیگز نیچے گر گئے۔

"بہت خوب پھینک دو سارے۔ پیسہ تو میں نے درختوں سے توڑا ہے نا۔" وہ اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے جھڑکتے ہوئے بولی جس پہ وہ ورطہ حیرت میں مبتلا ہوا۔

"یہ تم کہہ رہی ہو؟" بھلا زخرف نور کو پیسوں کے ضیاع سے کب فرق پڑنے لگا۔

"تو کیا مجھے نہیں کہنا چاہیئے۔ معلوم بھی ہے جب انسان کو ہنسی آ رہی ہو تو ٹسوے بہانا کیسا لگتا ہے؟ تم کہاں جانتے ہو اداکاروں کے دکھ" وہ خاصی دکھی انداز میں بولی تھی۔ برہان اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"تو چھوڑ دو اداکاری" اس نے اپنے تیئں مشورے سے نوازا۔

"خاموش رہو۔ پہلے میری شاپنگ اٹھاو۔ ورنہ آئندہ ساتھ نہیں لاوں گی۔" فرش پہ گرے برینڈڈ شاپنگ بیگز پہ نگاہیں گاڑے اس نے فرمان جاری کیا۔ وہ الگ بات تھی کہ برہان سچ میں چاہتا تھا کہ وہ دوبارہ کم از کم اس کے ساتھ شاپنگ پہ نہ آئے۔

ان ٹک ٹاکرز کی شاپنگ کے نخرے دیکھ کر وہ سچ میں بوکھلا چکا تھا۔

☆☆☆

بھوری لکڑی کی ساخت کی مانند خوبصورت نقش و نگار والے مضبوط دروازے پہ دستک ہوئی تو وہ بالوں کو جوڑے میں باندھتی دروازہ کھولنے گئی۔اس نے دروازہ کھولا تو حدید کو اپنے سامنے ایستادہ پایا۔

"تم؟" وہ حیرت سے گویا ہوئی۔اسے اس وقت حدید کے آنے کی توقع ہر گز نہ تھی۔

"تم نے بغیر پوچھے دروازہ کیوں کھولا؟" حدید نے اسے کڑے تیور سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ایک تو یہ لڑکی حد درجہ کی لاپرواہ اور بیوقوف تھی۔

"کیوں تمہیں اپنا تعارف کروانا تھا؟" اس نے ابرو اچکا کر پوچھا۔لانگ کوٹ والا یہ لڑکا بہت حق جتاتا تھا۔وہ الگ بات تھی اگر حدید اس کے منہ سے لڑکا سن لیتا تو اس کی تصحیح کروانا نہ بھولتا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تم گھر میں اکیلی ہو۔ آئندہ ایسی لاپرواہی نہ کرنا۔" اسے اچھے سے تاکید کرنے کے بعد وہ چند قدم آگے بڑھا تو وہ پیچھے ہوئی۔

"میں گھر میں تنہا ہوں تو تم کیوں گھسے چلے آرہے ہو؟" وہ یقیناً اس کی بات کا برا منا گئی تھی ورنہ کبھی ایسی بات نہ کہتی۔

"میں تو شوہر ہوں نا تمہارا۔ جہاں تم وہاں میں۔" انتہائی فخر سے جتا کر بولا۔ **اسے 'بیوی' بولنا اور اس کا 'شوہر' کہلوانا تو حدید عالم کا پسندیدہ کام تھا۔**

"بہت فضول بولتے ہو۔" وہ دروازہ بند کرتے ہوئے بولی۔

"شکریہ" اس نے کوئی اثر نہ لیا۔

"یقیناً کسی کام کے تحت آئے ہو گے۔ بولو میں سن رہی ہوں۔" دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر سینے پہ ہاتھ لپیٹتے ہوئے کہا۔ انداز بالکل سامع جیسا تھا۔

"بہت سوال پوچھتی ہو۔حالانکہ تمہیں چاہئے،کافی پوچھنی چاہیئے۔میں مام سے تمہاری شکایت کروں گا۔ذرا لحاظ نہیں ان کی بہو کو۔" وہ دھمکی آمیز لہجے میں بولتا سیدھا صوفے پہ جا کر بیٹھا۔

"ہو گیا؟"اس نے ٹیک چھوڑتے چند قدم صوفے کے قریب بڑھاتے سپاٹ تاثرات سے پوچھا۔

"کیا؟"اسے سچ میں سمجھ نہ آیا کہ وہ کس کے ہونے کا پوچھ رہی ہے۔

"ڈرامہ"اس نے بغیر لحاظ و مروت کے کہا تو حدید کو برا محسوس ہوا۔

"اب اپنے آنے کی وجہ بیان کرو۔"اس نے دوبارہ پوچھا۔

"تمہارا مطلب میں بغیر وجہ کے نہیں آسکتا؟"اس بار حدید سنجیدہ ہوا تھا۔اسے کم از کم اس سے بات کرتے ہوئے نرمی تو دکھانی چاہیئے۔مگر وہ ہر بار ایسے بات کرتی تھی جیسے حدید نے زبردستی اس سے نکاح کیا ہو۔

"اب میں نے ایسا بھی نہیں کہا۔" وہ اس کی سنجیدگی بھانپتے ہوئے لہجہ نرم کرتے ہوئے بولی۔

"چلو چھوڑو۔" اس نے اگنور کیا۔ وہ اسے شرمندہ ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"بیٹھو" اسے اپنے پاس ہی صوفہ پہ بیٹھنے کا اشارہ کر کے اس نے لانگ کوٹ کی جیب سے ایک خاکی لفافہ برآمد کیا۔ وہ اس کے اشارے پہ اس سے تھوڑے فاصلے پہ صوفہ پہ بیٹھ گئی۔

"یہ ہمارا نکاح نامہ ہے۔ میں نے سوچا اس کی ایک کاپی تمہارے پاس بھی ہونی چاہیئے۔" کاغذات کو اس کی گود میں دھرے ہاتھوں کی جانب کرتے ہوئے وہ نرم سے لہجے میں بولا تو زخرف کو احساس ندامت نے گھیرا۔

جانے کیوں وہ حدید عالم کے سامنے منہ پھٹ اور بدتمیز ہو جایا کرتی تھی؟

اور جانے کیوں وہ اس کا ہر انداز اور اس کی ہر بات برداشت کر لیتا تھا؟

"شکریہ۔ مجھے یاد ہی نہیں رہا۔" لفافے کو دیکھتے ہوئے وہ احساس تشکر سے مغلوب ہو کر بولی۔

"ہاں جیسے تمہیں یہ بھی بھول جاتا ہے کہ میں تمہارا شوہر ہوں۔" اس نے اپنی ناراضی کو دل میں رکھنے کی بجائے کہہ ڈالا۔ اگر وقت پہ ہی ناراضگی ظاہر کر دی جائے تو رشتہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار نہیں ہوتا۔

"بس کرو حدید" وہ خود کو شرمندگی سے محفوظ رکھنے کی غرض سے بولی۔ اس نے پہلی بار اسے صرف "حدید" کہہ کر پکارا تھا۔ حدید کا تو دل ہی بند ہو گیا تھا۔

یہ کیسی کیفیت تھی؟

اس کا دھڑکتا دل اچانک ساکت کیسے ہو سکتا تھا؟

کیا کسی کے لبوں سے اپنا نام سننا اتنا حسین احساس بھی پیدا کر سکتا تھا؟

www.novelsclubb.com

وہ تو مجسمہ ہی بن گیا۔اس مجسمے کو سامنے بیٹھے سنگ تراش نے مخاطب کیا تو مجسمے میں جان آئی۔

"تم جانتے ہو نا کہ میرے بابا کو کس نے قتل کیا۔" وہ دوبارہ اس سے معلومات لینا چاہ رہی تھی۔وہ چاہتی تھی کہ وہ اسے ساری حقیقت بتا دے تا کہ وہ اگلا قدم اٹھا سکے۔

"نہیں" مجسمہ ابھی بیوقوف نہ تھا۔

"اور تمہیں ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ میں تمہاری اس بات پہ یقین کر لوں گی۔"

سنگ تراش بھی اپنے فن میں ماہر تھا۔

"تمہارے پاس کوئی چوائس ہے ؟" مجسمے نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"کوئی سراغ ہے ؟"سنگ تراش نے مزید ایک کوشش کرنا چاہی۔

" جیسے میں تمہیں بتا دوں گا۔" مجسمے نے اس کی امیدوں پہ پانی پھیرا۔

"کیسے بتاؤ گے ؟"سنگ تراش نے مطالبہ جاننے کی خواہش کی۔

www.novelsclubb.com

"اگر تم مجھے ایسپریسو پلا دو۔" مجسمہ حدید عالم کا روپ دھار چکا تھا۔ کیونکہ ایسپریسو سے ایسی محبت صرف حدید عالم کو ہی ہو سکتی تھی۔

"میں نے بتایا تو تھا کہ گھر میں کافی۔۔۔" سنگ تراش نے اپنے عہدے سے مستعفی ہو کر انسان بنے رہنے میں ہی عافیت جانی۔

"یہ لو چابی۔ میری گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ موجود ہے۔ سوچا اب یہاں آنا جانا ہو گا تو بہتر ہے کہ گھر میں کافی موجود ہو۔" وہ نہایت سہولت سے چابی اس کے آگے کرتے ہوئے بولا۔ زخرف تو اس کی چالاکیوں پہ شش و پنج میں گھری رہ گئی۔

"کوئی اتنا عادت کا مارا کیسے ہو سکتا ہے؟" اس نے حیرت کے باعث پوچھا۔

"عادتیں جان لیوا ہوتی ہیں۔ تم خود کو بچا کر رکھنا۔" خود بھلے عادت کا مارا تھا مگر سامنے والے کو عادت کے عذاب سے بچنے کی تاکید بھی کر رہا تھا۔

جو لوگ خود کسی ایسی عادت کا شکار ہوتے ہیں جس نے انہیں مفلوج کر رکھا ہوتا ہے وہ دوسروں کو اس سے پرہیز ضرور بتاتے ہیں۔ شاید یہ کسی دوسرے کی جان بچانے

کی کوشش ہوتی ہے کیونکہ عادتیں تو ہوتی ہی خطرناک ہیں۔ جان لے کر ہی چھوڑتی ہیں۔

"کیا گارنٹی ہے کہ تم ایسپریسو پینے کے بعد بتا دو گے ؟" وہ اپنی بڑی سیاہ آنکھوں کو چھوٹا کر کے اسے مشکوک نظروں سے جانچتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"کیا گارنٹی ہے کہ تمہارے ہاتھ کی بنی ایسپریسو مجھے پسند بھی آئے گی۔ اب پلیز اور سوالات نہیں۔ مجھے بہت نیند آ رہی ہے۔ اس سے پہلے کہ میں اس دنیا سے کنارہ کش ہو جاوں۔ جاو پلیز۔" اس نے ہاتھ ہلا کر گویا اسے اپنی فرمائش کی تکمیل کے لیے دھمکی دی۔ وہ مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق اٹھ گئی۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆

نیا مرحلہ اس کے سر آن کھڑا تھا۔ اسے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ ایسپریسو بناتے کیسے ہیں۔

"یوٹیوب سے دیکھ لیتی ہوں۔"

وہ اس سے طریقہ پوچھ کر شرمندہ نہیں ہونا چاہتی تھی۔اس لیے خود ہی حل تجویز کیا۔اور ایسی کونسی چیز ہے جس کی ویڈیو یوٹیوب پہ نہ ہو۔اسے تو وہ ویڈیو بھی یاد تھی جس میں یہ دکھایا گیا تھا کہ پانی کیسے پیتے ہیں۔لوگ ایسے ہی ٹک ٹاکرز کو بیوقوف کہتے ہیں۔ان یوٹیوبرز نے بھی بیوقوف بننے اور بنانے میں پی ایچ ڈی کر رکھی ہوتی ہے۔

خیر سے اس نے ویڈیو دیکھی اور پھر اسی طریقے پہ عمل درآمد کرنے کے لیے بیٹر کی تلاش میں کچن کھنگالا۔مگر نتیجہ صفر

"کیا ہے یار۔یہ ماما نے بیٹر کہاں رکھا ہے۔"جب ڈھونڈ ڈھونڈ کر اس کی بس ہو گئی تو دوسری ویڈیو دیکھی۔اس کے طریقے پہ عمل کرتے ہوئے اس نے ایک مگ اور چمچ اٹھایا۔

کافی کو چمچ سے پھینٹتے ہوئے اس کی تیز خوشبو نے اس کے اوسان خطا کیے تھے۔

"یار یہ کتنی کڑوی بنے گی۔"

بیس منٹ کی مشقت کے بعد بالآخر وہ ایسپریسو تیار کر چکی تھی۔اس نے ایک گھونٹ بھر کر ذائقہ چکھنا چاہا مگر پہلے ہی گھونٹ نے اسے پانی پینے پہ مجبور کر دیا۔وہ تو تھو تھو کرتی رہ گئی۔

"یا تو یہ ٹھیک نہیں بنی۔یا ہوتی ہی ایسی ہے۔میری بلا سے جیسی بھی ہوتی ہو۔"

حدید کی کڑوی محبت پہ اپنا تبصرہ پیش کر کے وہ کچن سے باہر نکلی۔

وہ لاؤنج میں آئی تو اسے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر سوتے پایا۔اس کی گردن پشت پہ ڈھلکی ہوئی تھی۔اور بازو دائیں بائیں صوفے پہ پڑے تھے۔نور نے اس کے قریب آ کر اسے اٹھانا چاہا مگر ہمت نہ ہو سکی۔اس نے کپ کو سامنے ٹیبل پہ رکھا۔پھر اس کے بازو کے نیچے سے آہستگی سے لفافہ کھینچنا چاہا جو وہ یہیں چھوڑ گئی تھی۔لفافہ کھینچنے پہ حدید نے جھٹکے سے آنکھیں کھولیں اور سیدھا ہوا۔اس اچانک افتاد پہ زخرف جھٹکے سے تھوڑا سا پیچھے کھسکی جس کے نتیجے میں ٹیبل پہ موجود کپ پہ ہاتھ لگتے کپ زمین بوس ہوا۔گرم ایسپریسو کے چھینٹے ان دونوں کے ملبوسات

www.novelsclubb.com

اور جسم کے مختلف حصوں پہ گرتے انہیں

جھلسا گئے۔چند لمحات میں سب الٹ پلٹ ہو گیا۔حدید کو جیسے ہی سمجھ آیا اس نے

اپنی پرواہ کیے بغیر اس کو دیکھا جو ٹیبل پہ بیٹھتی اپنے پیر پہ ہاتھ رکھے کراہ رہی تھی۔

شاید باریک سلیپرز میں موجود سفید پاؤں موزوں کے بغیر تھے۔

"آئی ایم سوری۔۔۔سو سوری زخرف"

زخرف کے پیر پہ چھالا دیکھ کر وہ شرمندگی سے بولا۔پھر تیزی سے اس کے قریب

زمین پہ بیٹھتے اس کے ہاتھ کو پیچھے ہٹاتے اس کے پاؤں کو اپنے گھٹنے پہ رکھا جہاں

چھالے کے ساتھ کانچ کا ٹکڑا لگنے سے پیر پہ چند خون کی بوندیں بھی موجود تھیں۔

اپنی جیب سے رومال نکال کر خون کی بوندوں کو صاف کیا۔

"زیادہ درد تو نہیں ہو رہا؟"اس نے نہایت نرمی سے پوچھا۔لہجے میں پریشانی جھلک

رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"نہیں" نفی میں سر ہلاتے ہوئے نور نے اپنا پیر نیچے رکھا۔ حالانکہ ایک پل کو بھی تکلیف کم نہ ہوئی تھی۔ جلنے کی تکلیف ایسی ہی ہوتی ہے۔ جھلسا دیتی ہے۔ زخم دے دیتی ہے۔ نشان چھوڑ جاتی ہے۔

اس نے تکلیف کی شدت کو ظاہر نہ کرنے کی غرض سے آنکھوں کو سختی سے میچنے سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔ جب اچانک اسے اپنے پاوں پہ ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ اس نے فوری اپنے پاوں کو دیکھا۔ وہ اس کے پاوں پہ پھونک مار رہا تھا۔

زخرف پل بھر کے لیے ساری تکلیف بھول گئی۔ وہ اس کے قدموں میں بیٹھا اس کے پاوں کو اپنے گھٹنے پہ رکھے اپنے چہرے کو اس کے پیر کے قریب کیے پھونک مار کر اس کے چھالے کی اذیت کو کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور زخرف نور نے اپنے دل میں پہلی بار اس انسان کے لیے کچھ انوکھا محسوس کیا تھا۔

"فرسٹ ایڈ باکس کہاں ہے؟" چھالے کو مزید سرخ ہوتا دیکھ اس نے چہرہ اوپر کیے پوچھا۔ تو زخرف نے آنکھیں بند کر کے کھولتے ہوئے خود کو نارمل کیا۔

"اتنا زیادہ نہیں جلا۔" وہ بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔ حالانکہ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ پاوں پہ برف رکھ دے۔ یا وہ یونہی اس کے درد پہ مرہم رکھ دے۔

"یہ تم کہہ رہی ہو؟ ایکٹریسز تو اپنے پیروں کو لے کر کافی پوزیسو ہوتی ہیں۔" وہ حیرت انگیز طور پہ بولا۔

اور اس کے بولنے پہ زخرف کو یاد آیا کہ وہ ایک اداکارہ ہے۔

"یااللہ! میں کیسے بھول گئی۔" وہ تیزی سے ٹیبل سے اٹھی اور جلدی سے تقریبا لنگڑاتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔ پیچھے حدید نے افسوس سے نفی میں سر ہلایا۔

حدید جانتا تھا کہ اس کی بیوی اب ہفتہ اس نشان کو مٹانے کے پیچھے خوار ہوتی رہے گی۔ ایکٹریسز اور ان کے مسائل!

اس نے اپنی سفید جینز پہ موجود دھبے دیکھے جو اس کی فرمائش کی وجہ سے اس کے لباس کی زینت بن چکے تھے۔ اس نے گہری آہ بھری۔

"ٹیسٹ بھی نہیں کرسکا۔"

اس کے دکھ کی کوئی حد تھی بھلا۔ایسپریسو اس کے پاس آکر بھی دور تھی۔

"اب یہ بھی مجھے ہی صاف کرنا ہوگا۔چل لگ جا کام پہ حدید۔یہ لڑکی ہر وہ کام کروائے گی جو تم نہیں کرتے۔"دھیمی بڑبڑاہٹ کی۔

وہ کمرے میں بند تھی۔اندر سے اس کی فون پہ کسی سے بات کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔غالباً وہ کسی سکن سپیشلسٹ سے مخاطب تھی۔

اس نے جھاڑو اٹھایا اور صفائی شروع کردی۔اور کر بھی کیا سکتا تھا بیچارا۔ایکٹریس کا شوہر ہونا آسان تھوڑی نا ہوتا ہے۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆

سرمئی سڑک پہ دوڑتی اس کی گاڑی کا رخ سکن سپیشلسٹ کے کلینک کی جانب تھا۔

"میں معاف نہیں کروں گی حدید عالم! اگر میرے پاوں کا چھالا اتوار تک ٹھیک نہ ہوا۔میرے اتنے خوبصورت پاوں پہ دھبہ بن گیا۔یااللہ!"گاڑی چلاتے ہوئے وہ

حدید عالم کو کوسنے میں مصروف تھی جس کی بدولت اسے سکن سپیشلسٹ کو چیک اپ کروانا پڑ گیا تھا۔اور جو درد ہو رہا تھا وہ الگ۔

کل تو اس نے کمرے سے ہی اسے گھر سے جانے کو کہہ دیا تھا۔وہ بھی اسے خیال رکھنے کا کہہ کر واپس چلا گیا تھا۔ مگر اب اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ سامنے ہو اور نور اسے کھری کھری سنائے۔بلکہ اس کے پاؤں پہ بھی ایسپریسو کا چھڑکاو کرے۔

"جب دیکھو مجھے ایسپریسو پینی ہے۔کافی نہیں ہے؟ایسپریسو بنا دو۔ نہیں مطلب ایسپریسو نہ ہو گئی محبوبہ ہو گئی کہ اس کے بغیر گزارہ نہیں۔" وہ اسے تصور میں لاتے مسلسل اپنے دل کی بھڑاس نکال رہی تھی۔

"گھر جا کر پہلے اس کی ایسپریسو کے اجزا پھینکوں گی۔" دل میں پکا عہد باندھتے ہوئے کہا۔

وہ ایسے ہی حدید عالم کو صلواتوں سے نوازتے بالآخر کلینک پہنچ گئی۔اس کا سفر کیسے گزرا اسے علم بھی نہ ہوا۔

جب انسان دوسرے انسانوں کو کوستے ہوئے سفر کرے تو ویسے بھی سفر جلدی کٹ جاتا ہے۔

اس نے گاڑی کلینک کے باہر کھڑی کی اور دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ دروازہ لاک کرنے کے بعد اس نے ابھی پہلا قدم ہی بڑھایا تھا کہ ایک طنز میں ڈوبی آواز نے اسے رکنے پہ مجبور کر دیا۔

"او دیکھو ذرا یہ تو مشہور فلم سٹار نور ہے نا جو جرمنی میں شوٹنگ کے لیے گئی تھی۔"

یہ حسد کی ماری آئزل کی آواز تھی۔ جو طنز کا کوئی موقع نا چھوڑتی تھی۔

اور کر بھی کیا سکتی تھی آخر؟ جو لوگ آپ کے مقابلے میں نہ آسکیں پھر وہ آپ کو اپنے مقابل لانے کے لیے طعنے اور طنز کے ہتھیاروں کا استعمال کرتے ہیں۔

وہ بھی عادت سے مجبور تھی۔

"لگتا ہے بیچاری کو نکال دیا ہے۔" اپنی ایک عدد جعلی دوست کے ساتھ کھڑی وہ افسوس سے نور کو دیکھتے ہوئے بول رہی تھی۔

شوٹنگ کے دوران نور کی پاکستان موجودگی اس کے لیے سوال کھڑے کرنے کو کافی تھی۔اسی لیے وہ اپنا حلیہ بدل کر ہی خریداری کرنے گئی تھی۔ مگر کلینک آتے ہوئے وہ یہ بات بھول گئی۔ورنہ کم از کم اسے آئزل کے منہ نہ لگناپڑتا۔

زخرف اپنی ایڑھیوں پہ گھومی۔وہی ایڑھی کا جوتا پہنے جسے ناپہننے کا مشورہ حدید نے اسے دینا تھا۔پھر وہ نہایت نزاکت سے چلتی اس کے قریب آئی۔پاوں کا درد تو کہیں دور جا سویا تھا۔غرور اور وقار اس کے سر چڑھ کر بول رہا تھا۔

وہ آئزل سے چند میٹر کی دوری پہ رکی۔اپنا حسین چہرہ تھوڑا آگے کیا۔اپنی سیاہ آنکھوں سے اسے تمسخرانہ نظروں سے دیکھا۔اور پھر زخرف نور نے وار کیا۔

"یو نو واٹ آئزل اگر ساری ہیروئنز بھی نکل گئیں نا۔باخدا تب بھی تمہیں رول نہیں ملے گا۔" شیرنی نے شکار کو زبان سے ہی مار ڈالا تھا۔

کیا زبان سے تیز ہتھیار دریافت ہوا ہے؟

www.novelsclubb.com

ہتک کے مارے آئزل کے چہرے کا رنگ سرخ پڑا۔ وہ اسے اس کی دوست کے سامنے ذلیل کر گئی تھی۔ اس کی ناکامی کا مذاق اڑا چکی تھی۔ اس کے جسم کا سارا خون چہرے پہ جمع ہو گیا۔ وہ مزید کچھ بولتی کہ نور نے مداخلت کی۔

"اور ہاں تمہیں تو ایکسٹرا کا رول بھی نہیں ملے گا آئزل بی بی" اس کے سرخ پڑتے چہرے کو اپنی سیاہ آنکھوں سے گھورتے ہوئے وہ پیچھے ہٹی۔ اور پھر پلٹ گئی۔ اور لوگوں کو ان کے سوال کے مطابق جواب دینا تو اس کی سب سے بڑی صلاحیت تھی۔

☆☆☆

www.novelsclubb.com

کلینک میں پہنچ کر وہ اپنی باری کا انتظار کرنے لگی۔ اسی اثنا میں اسے برہان کی کال آئی۔

"کہاں ہو اس وقت؟" وہ ہشاش بشاش لہجے میں بولا۔

"سکن اسپیشلسٹ کے پاس" اس نے عام سے انداز میں کہا۔ برہان کو حیرت نہیں

ہوئی۔ سوشل میڈیا سٹارز کا سکن سپیشلسٹ کے ساتھ گہرا رشتہ ہوتا ہے۔ یہ بات وہ بخوبی جانتا تھا۔

"لوکیشن بھیجو۔ میں پک کرلوں گا۔" وہ اسے دعوت دیتے ہوئے بولا۔

"گاڑی ہے میرے پاس" اس نے جتایا۔

"تو میں بغیر گاڑی کے آجاتا ہوں۔" اس نے اصرار کیا۔

"پھر یہ کہو کہ مجھے پک کرلو۔" اس نے برق انداز میں کہا۔

"کہنا تو چاہتا ہوں مگر خیر" وہ کچھ کہتے کہتے تھم گیا۔

"کس میں آو گے ؟" مزید معلومات لینا چاہی۔

"آف کورس ڈرائیور چھوڑ کر جائے گا۔" وہ یوں بولا گویا کوئی دوسرا آپشن ہے۔

"مطلب برہان کمال گاڑی کے بغیر سفر نہیں کر سکتا۔" اس نے برہان کو برگر بچہ کہنے کی کوشش کی۔

"چیلنج؟" وہ ایک جذبے کے تحت بولا۔

"چلو آج کسی چنگچی یا آٹو میں آنا۔" اس نے کہا کہ ہاں بھئی چیلنج ہی سمجھو۔

"دیکھ لو۔ پھر نہ کہنا کہ برہان تمہارے حسن نے فیصل آباد کی آدھی عوام بے ہوش کر دی۔" وہ بات کو مذاق میں ٹال گیا۔ آنے کو تو وہ چنگچی میں بھی آ سکتا تھا مگر پھر ہمایوں کمال سے جو کچھ اسے سننے کو ملتا وہ کم از کم اس لیکچر سے مستفید ہونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔

"بس کر دو یار۔ تم تو مجھ سے بھی دو ہاتھ آگے ہو۔" وہ اس کی خود پسندی کی شدت پہ خاموش نہ رہ سکی۔

"میم آپ کی باری آ چکی ہے۔" ورکر نے نہایت مودب انداز میں نور کو مخاطب کیا۔

"اوکے میں آ رہی ہوں۔" اس نے ورکر کو جواب دیا۔ پھر وہ دوبارہ برہان کی جانب متوجہ ہوئی۔

www.novelsclubb.com

"میں جا رہی ہوں چیک اپ کروانے۔ زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ جلد ہی آ جانا۔ ورنہ میں نے چلی جانا ہے۔" دھمکی آمیز لہجے میں کہا تو برہان ہنسا۔

"دس منٹ میں آ جاؤں گا یار دھمکیاں تو نہ دو۔" وہ اس کی جلد بازی پہ بولا۔

"اللہ حافظ" نور نے اسے اللہ کی امان میں دیتے رابطہ کاٹا۔

☆☆☆

وہ کلینک سے باہر نکلی تو ارد گرد اسے تلاشنا چاہا۔ مگر وہ اسے دکھائی نہ دیا۔

"میں نے کہا بھی تھا کہ میں انتظار نہیں کروں گی۔" وہ خود کلامی کرتے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھی تو دور ایک گھنے سایہ دار درخت کی اوٹ میں چھپے شخص کے نشانے نے حرکت کی۔ وہ گاڑی کے دروازے کے پاس آ کر رک گئی۔ اس کی طرف کیا گیا نشانہ بھی رک گیا۔ چند لمحے مزید گزرے اور پھر فائر ہوا۔

درخت پہ بیٹھے پرندے خطرہ بھانپتے تیزی سے اپنے آشیانے سے راہ فرار حاصل کر گئے۔ ماحول میں ایک چیخ سنائی دی۔ وہ چیخ زخرف نور کی تھی۔

وہ گولی جو کچھ دیر قبل زخرف نور پہ نشانہ تاک کے چلائی گئی تھی وہ کسی اور کے وجود کے آر پار ہو گئی تھی۔اس وجود نے بے یقینی سے پہلے نور کو اور پھر خود کو دیکھا۔ گولی کس کو لگی تھی چند لمحات یہ ڈی کوڈ کرنے میں صرف ہوئے۔پھر جھٹکے اور تکلیف کی شدت سے اس کا ہاتھ اس جگہ پہ گیا جہاں سے خون ابل ابل کر باہر نکلنے لگا تھا۔اس نے مندی آنکھوں سے نور کو دیکھا۔وہ محفوظ رہی تھی۔گولی اسے چھوئی بھی نہیں تھی۔اس نے ایک آخری سکون کا سانس بھرا۔اس کی آنکھوں کے پپوٹے بھاری ہونے لگے اور ان میں نظر آتا نور کا عکس مدھم پڑنے لگا تھا۔ چند لمحات کا کھیل تھا اور وہ وجود زمین بوس ہوا۔یکایک ماحول میں خون کی بو رچ گئی۔ہواؤں میں سوگواریت چھا گئی۔زخرف کی ساری حسیات گویا سن ہو چکی تھیں۔کئی لمحے وہ خالی خالی نظروں سے اس گرتے وجود کو دیکھتی رہی۔اس منظر کو سمجھنے کے لیے گویا وہ اہل نہ رہی تھی۔چند سیکنڈز مزید گزرے تو اس کے دماغ نے جو خبر اس کے دل کو پہنچائی تھی اور جو وہ سمجھی تھی اس کے بعد وہ بے ساختہ چلائی۔

وہ اونچی آواز میں اس کا نام لیتے ہوئے چیخی تھی۔ پھر گھٹنوں کے بل زمین پہ بیٹھتے اسے پکارنے لگی۔ بار بار، باآواز بلند، شدت سے، کرب سے، اذیت سے، بے چینی سموئے، بے یقینی کی کیفیت میں گھری۔

لگاتار نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ اسے جھنجھوڑ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ خون آلود ہو چکے تھے۔ یہ سرخ خون اس کے ہاتھوں کو سرخی دے رہا تھا۔ اپنی آنکھوں کو کھلا رکھنے کی کوشش کرنے کے باوجود اس کی آنکھیں بند ہوئی تھیں۔ ان میں آخری عکس نور کا نقش ہوا تھا۔ بھاری سانسیں، سست اور دھیمی ہو چکی تھیں۔ پل بھر میں اس کا چہرہ سفید پڑا۔ اور زخرف کو لگا جیسے گزرتے وقت کی مانند وہ اس کو کھو چکی ہے۔

وہ مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ ساتھ ہی وہ اس کے چہرے کو تھپک رہی تھی تا کہ اسے ہوش دلا سکے۔

www.novelsclubb.com

"برہان آنکھیں کھولو۔۔۔برہان پلیز۔۔۔دیکھو مذاق نہیں کرو۔برہان۔۔۔میں ناراض ہو جاوں گی۔"وہ ٹوٹے پھوٹے لہجے میں لگاتار اسے پکار رہی تھی۔اسے لگ رہا تھا کہ اس کے جسم میں خون منجمند ہو چکا ہے۔اس کا جسم کپکپانے لگا تھا۔برہان کے چہرے کو بار بار تھپکتے اس کے ہاتھ سن ہو چکے تھے۔بیک وقت اتنی عجیب کیفیات سے گزرتے ہوئے وہ صدمے کا شکار تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے کئی لوگ اکٹھے ہوئے۔کلینک کے اندر سے ڈاکٹرز بھی باہر کو بھاگے۔سامنے جوان وجود کو سڑک پہ ہوش و خرد سے بیگانہ دیکھ ان سب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔

www.novelsclubb.com

"ایمبولینس بلاو کوئی۔"کئی لوگوں کو دیکھ وہ مدد کے لیے چیخی تھی۔

کسی نے ایمرجنسی میں ایمبولینس کو کال ملائی تھی۔کوئی اسے برہان کے وجود سے پیچھے ہٹا رہا تھا۔کوئی برہان کے جسم سے نکلتے خون کو روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ان سب میں ایک وہ تھی جو حواس سے بیگانہ بار بار اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔

"برہان۔۔۔۔ برہان۔۔۔اٹھو برہان۔" وہ تڑپ رہی تھی۔اس کی آنکھیں لگاتار آنسو بہا رہی تھیں۔ارد گرد کے ماحول سے یکسر بے خبر وہ اپنے دوست کی حیات کے لیے گھل رہی تھی۔مر رہی تھی۔

"آپ کسی گھر والے کو بلائیں جلدی!" ڈاکٹر نے نور کو مخاطب کیا جس نے گویا اس کی بات سنی ہی نہیں تھی۔وہ لوگوں کے ہاتھوں کو پیچھے ہٹاتے اس کی طرف بڑھ رہی تھی جس کا وجود سڑک پہ تھا مگر جس کی جگہ اس کے دل میں تھی۔اسے تو اپنے دل کی دھڑکن ہی بند ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

"نور اپنے گھر والوں کو بتائیے۔" اس کے ڈاکٹر نے اس کے چہرے کے آگے ہاتھ لہرا کر اسے اپنی جانب متوجہ کرنے کے بعد کہا۔

اور نور جیسے ہوش میں آئی تھی۔اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے فون نکالا۔کال ملانے لگی تو سکرین برہان کمال کے خون سے سرخ ہو گئی۔اسے وحشت نے گھیر لیا۔

اگلے ہی لمحے اس نے خود پہ قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کال ملائی جو اٹھائی جا چکی تھی۔

"نانا" اکھڑتے سانس سے پکارا۔

"نور"

"نانا برہان" وہ ہانپتے ہوئے بولی۔

"کیا برہان؟" وہ کرسی سے اٹھ گئے۔ان کی چھٹی حس انہیں کچھ غلط ہونے کا عندیہ دے رہی تھی۔

"برہان کو گولی لگ گئی ہے نانا جان۔اس کا خون بہہ رہا ہے۔۔۔وہ مر رہا ہے نانا۔۔۔وہ مر نہیں سکتا۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟وہ اٹھ کیوں نہیں رہا؟یا خدایا!" اپنا سر ہاتھ میں لیے وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔یہ کیا ہو چکا تھا؟

"کہاں ہو تم دونوں؟" انہوں نے آفس سے باہر نکلتے ہوئے پوچھا۔

"میں تو کلینک آئی تھی۔اسی کے باہر یہ حادثہ پیش آگیا۔جلدی آجائیں۔" وہ تڑپتے ہوئے بولی۔

"میں پہنچ رہا ہوں۔" اپنے آفس میں موجود لوگوں کو اشارہ کرتے وہ باہر نکلے۔

چند منٹوں کی دیری کے بعد ایمبولینس کی آمد ہوئی تھی۔اسی وقت سیاسی پروٹوکول کے بیچ موجود ایک گاڑی میں سے دانیال کمال اور ہمایوں کمال باہر نکلے تھے۔اپنے پوتے کو ایسی حالت میں دیکھ ان کی جان لبوں پہ آئی تھی۔اور ہمایوں کمال کے جسم سے گویا سارا خون نچڑ گیا تھا۔انہوں نے ایک زخمی نگاہ نور پہ ڈالی۔اس نگاہ پہ وہ سہم گئی تھی۔اور اسے لگا کہ وہ اس سب کی قصوروار ثابت ہو چکی ہے۔

عائشہ کے خاندان کی خطاؤں کے خانے میں ایک اور خطا شامل ہو چکی تھی۔

☆☆☆